رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۷۵

قال الله تعالیٰ وقرآناً فرقناه لتقرأه علی الناس علی مکث ونزلناه تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی بر اعامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جملہ

مقاصد و مبادی پس اتباعاً للنص العزیز صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمیٰ بہ

الہادی

نمبر ۷	بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۶ھ	جلد ۴

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی بصورت ترجمہ رسالۂ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی باہتمام محمد عثمان خاں عامی و دفتر اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول و مقاصد رسالہ ”الہادی“ اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۶ھ سے یہ رسالہ بعد ٹائیٹل تین جز کا کردیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (عہ)

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرچکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی.پی بھیجا جائے گا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی.پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور ۱۲؁ کا وی.پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی.پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول سنہ ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم و سوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

جمعہ کیلئے سویرے اور اوّل وقت جانیکی ترغیب اور بغیر عذر تاخیر کرنے پر تہدید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خوب اچھی طرح غسل کرکے پہلی ساعت میں نماز جمعہ کے لئے مسجد گیا تو گویا اس نے ایک اونٹ خدا کے راستے میں صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں پہونچا تو گویا اس نے ایک گائے خیرات کی اور جو تیسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک سینگون والا مینڈھا خیرات کیا اور جو چوتھی ساعت میں پہونچا تو گویا اس نے ایک مرغی خدا کے راستے میں خیرات کی اور جو پانچویں ساعت میں پہونچا تو گویا اس نے ایک انڈا خیرات کیا حتیٰ کہ جب امام منبر پر آبیٹھتا ہے تو ملائکہ خطبہ سننے کے لئے (مسجد کے دروازوں سے) آجاتے ہیں (اور رجسٹر نام درج ہونے کا بند ہوجاتا ہے) اسکو امام مالک بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا نیز بخاری مسلم ابن ماجہ کی ایک روایت میں اسطرح ہے کہ جمعہ کے روز فرشتے مسجد کے دروازی پر آکر کھڑے ہوجاتے ہیں اور نمبروار پہلے آنے والون کے نام لکھتے رہتے ہیں۔

17

سب سے پہلے دوپہری میں آنے والا تو اس شخص کے برابر ہے جو مکہ میں ایک اونٹ ذبح کرنیکے لئے بھیجے اسکے بعد آنے والا بمنزلہ اس شخص کے ہے جو گائے ذبح کرنے کے لئے بھیجے پھر اسکے بعد آنے والا ایسا ہے جیسے کوئی ایک مینڈھا مکہ میں ذبح کرنے کے لئے بھیجے اور اسکے بعد آنے والا بمنزلہ ایک مرغی خیرات کرنے والے کے اور اسکے بعد آنے والا مثل ایک انڈا خیرات کرنے والے کے ہے۔ حتیٰ کہ جب امام منبر پر آجاتا ہے تو ملائکہ اپنے صحیفے (رجسٹر) بند کرلیتے ہیں اور خطبہ سننے لگتے ہیں۔ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسکو اسی طرح روایت کیا نیز انکے ہاں ایک روایت میں اسطرح بھی ہے کہ سب سے جلد جمعہ کے لئے آنیوالا تو اس شخص کے مانند ہے جو مکہ میں ایک اونٹ ذبح کرنے کے لئے بھیجتا ہے اور اسکے پیچھے آنیوالا ایک گائے بھیجنے والے کے مانند ہے اور جو اسکے بعد آئے تو ایک بکری بھیجنے

والے کے مانند ہے اور جو اسکے بھی پیچھے پہونچے وہ ایک پرندہ خیرات کرنے والے کے مانند ہے اور ابن خزیمہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے روز مسجد وںکے تمام دروازوں پر دو دو فرشتے بیٹھے ہوتے ہیں اور وہ نمبروار جلدی آنے والون کے نام لکھتے رہتے ہیں (سب سے پہلا شخص) اونٹ صدقہ کرنیوالے کے برابر ہے پھر دوسرا گائے اور تیسرا بکری اور چوتھا پرندہ اور پانچواں انڈا خیرات کرنے والے کے برابر ہے حتیٰ کہ جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو صحیفے لپیٹ دئے جاتے ہیں۔

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اول جمعہ کی مثال بیان کی (جسکا ذکر دوسری احادیث میں آچکا ہے) پھر جمعہ کے لئے سویرے جانے (کے ثواب) کی مثال گائے کے پھر مرغی کے پھر انڈے کے ثواب کی برابر بیان فرمائی (یہ پہلی ہر دو حدیثوں کا اختصار ہے) اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے روز تمام مسجدون کے دروازوں پر فرشتے آ بیٹھتے ہیں انکے پاس صحیفے (رجسٹر) ہوتے ہیں ان میں (سویرے آنے والے) لوگوں کے نام (نمبروار لکھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب امام منبر پر آجاتا ہے تو صحیفے لپیٹ دئے جاتے ہیں (اور تمام درج ہونے بند ہوجاتے ہیں) راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے ابو امامہ! تو کیا جو شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد آتا ہے اسکا جمعہ نہیں ہوتا؟ فرمایا ہان، ہان جمعہ تو ہوتا ہے مگر (سویرے آنے والوں میں) نام نہیں لکھا جاتا۔ اسکو امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا۔ طبرانی کی سند مبارک عن فضالہ واقع ہے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جمعہ کے روز ملائکہ تمام مسجدوں کے دروازوں پر آبیٹھتے ہیں اور پہلے دوسرے تیسرے (علیٰ ہذا) نمبروار آنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب امام منبر پر آجاتا ہے تو یہ رجسٹر بند کردئے جاتے ہیں۔ اس روایت کے رواۃ تمام ثقہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز شیاطین (تمام مقامات پر) پھیل پڑتے ہیں اور لوگون کو جمعہ سے غافل کرکے بازارون کی طرف لاتے ہیں اور (اسطرف

۱۸

فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور حسب مراتب اول سب سے پہلے آنیوالے پھر انکے بعد آنے والے پھر انکے بعد آنے والے علی ہذا نمبروار تمام نمازیوں کے نام لکھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ امام (خطبہ کے لئے منبر پر) آجاتا ہے (اور ملائکہ یہ دفتر بند کر دیتے ہیں) اب جو شخص خاموشی کے ساتھ امام کے قریب بیٹھکر خطبہ سُنتا ہے اور کوئی لغو حرکت نہیں کرتا اسکو دو حصہ ثواب ملتا ہے اور جو شخص امام سے دُور رہکر خاموشی سے خطبہ سُنتا ہے اور لغو حرکت سے اجتناب کرتا ہے تو اسے ایک حصہ ثواب ملتا ہے (ایک حصہ ثواب دُور ہونے کی وجہ سے کٹ گیا) اور جو شخص امام کے قریب بیٹھا مگر نہ خاموش رہکر خطبہ سُنا اور نہ بیہودہ حرکات سے باز آیا تو اسپر دو حصہ گناہ ہوتا ہے اور جس شخص نے (نصیحت کے طور پر کسیکو) "خاموش" بھی کیا تو وہ بول پڑا اور جو شخص (اثنائے خطبہ میں) بولتا ہی اسکا جمعہ نہیں ہوتا۔ اسکو امام احمد نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا نیز ابوداؤد نے اس روایت کو ان لفظوں سے روایت کیا کہ جمعہ کے روز شیاطین اپنے جھنڈے لیکر صبح ہی سے نکل پڑتے ہیں اور لوگوں کو کاروبار میں پھنسا کر جمعہ سے روکتے ہیں (اُدہر) فرشتے بھی صبح ہی آجاتے ہیں اور مسجدوں کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور علی الترتیب آنے والوں کے نام اپنے اپنے وقت لکھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ امام (خطبہ کے لئے منبر پر) آجاتا ہے (اب آنے والا شخص) اگر ایسی جگہ بیٹھا کہ جہاں سے امام کو دیکھ سکے اور خطبہ سن سکے اور خاموشی کے ساتھ خطبہ سنتا رہا اور کوئی لغو کام نہیں کیا تو اسکو دو حصہ اجر ملے گا اور اگر دُور بیٹھا کہ جہاں سے آواز نہ سُن سکا مگر خاموش رہا اور کوئی لغو حرکت نہیں کی تو اسکو ایک حصہ اجر ملیگا اور اگر دُور بھی بیٹھا اور لغو بیہودہ حرکتیں کرتا رہا اور خاموش بھی نہ رہا تو دو حصہ گناہ ہوگا اور اگر پاس بیٹھا اور خاموش نہ رہا بیہودہ کام کرتا رہا تو اسپر ایک حصہ گناہ کا ہوگا۔ اور آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے روز (خطبہ کے وقت) اپنے پاس بیٹھنے والے کو "چپ رہ" کہا اسنے بھی لغو حرکت کی اور جو لغو حرکتیں کرتا ہے اسکو جمعہ کا کچھ ثواب نہیں ملتا۔ پھر آخر میں حضرت علی نے فرمایا کہ یہ سب مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔

ف حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کا عنوان تبکیر یعنے سویرے آنا رکھا

مگر حقیقت میں ان احادیث میں یوم جمعہ اور نماز جمعہ کے تمام آداب تبلائے گئے ہیں جنہیں زیادہ تر اہمیت اول وقت پر جامع مسجد پہونچنے اور مکمل ادب وسکون کے ساتھ مسجد میں بیٹھنے اور کامل توجہ کے ساتھ خطبہ سننے کی ہے گویا حقیقت میں جمعہ جب ہی ہوتا ہے کہ جب انسان ان آداب کو ملحوظ رکھکر اور ہر قسم کی بیہودہ حرکات سے باز رہتے ہوئے نماز جمعہ ادا کرے۔ گو خانہ پری تو ویسے بھی ہوجاتی ہے۔ اس حدیث میں اگر امام سے قریب تر بیٹھنے کی ترغیب ہے تو دوسری احادیث میں گردنیں پھلانگنے اور نمازیوں کو تنگ کرنے پر شدید ترہیب اور تہدید بھی مذکور ہے لہذا معلوم ہوتا ہے کہ مقصود شارع یہ ہے کہ اسقدر سویرے آیا جائے کہ بلا ایذا امام کے قریب جگہ مل سکے اور اگر دیر ہوجائے تو جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہئے واللہ اعلم۔

حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک نامعلوم الاسم راوی ہے۔ نیز لفظ رَبَائث (جمع رَبِیْثَہ یعنے مانع وشاغل) کی تحقیق کے بعد فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ شیاطین لوگوں کو (کاروبار میں) مشغول کرکے سعی الے الجمعہ سے غافل کردیتے ہیں حتیٰ کہ اوقات فاضلہ گذر جاتے ہیں (اور ایسے وقت مسجد پہونچتے ہیں کہ خطبہ یا نماز شروع ہوجاتی ہے) خطابی فرماتے ہیں کہ اس روایت ابوداود کے لفظ ترابیث اور یرمون کی کچھ اصل نہیں حقیقت میں صحیح الفاظ رَبَائِث اور یُرَبِّثُوْنَ ہیں۔

(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت تکرار مضمون کی وجہ سے چھوڑدی گئی)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد اور انکے والد انکے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے روز فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر بھیجدیئے جاتے ہیں لوگوں کے آنے کا وقت لکھتے ہیں حتیٰ کہ امام (خطبہ کے لئے منبر پر) آجاتا ہے تو صحیفے بند کردئے جاتے ہیں اور قلم اٹھالئے جاتے ہیں (اور یہ دفتر اندراج بند ہوجاتا ہے) اور پھر ملائکہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں کہ فلاں کیوں رہگیا اور فلاں کیوں رہگیا (یعنے نمازیوں کے جمعہ سے رہجانے پر اظہار افسوس کرتے ہیں) اور پھر دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگر یہ گمراہ ہے (اور اس وجہ سے نہیں آیا) تو اسکو ہدایت فرمایا اور اگر یہ مریض ہے تو

شفا عنایت فرما اور اگر یہ فقیر و تنگدست ہے (اور پیٹ کی فکر میں پھنسا رہا) تو اسکو غنی فرما۔
اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز نماز کیلئے جلدی جایا کرو کیونکہ جنت میں (اسی) جمعہ کے روز (ایک دربار لگا کریگا اور) اللہ پاک جل شانہٗ کا نور کے (دہکتے ہوئے) تخت پر رونق افروز ہوا کرینگے اور جو لوگ جسقدر جلد جمعہ کے لئے جایا کرتے ہیں اسیقدر انکو اللہ پاک کے قریب (نمبروار) جگہ ملے گی (حتی کہ تمام حاضرین جمع ہو جائینگے) تب اللہ پاک اس قسم کے انوار و برکات اور بزرگی کی چیزیں (حاضرین کے چہروں پر) پیدا فرمائینگے کہ کبھی نظروں سے نہ گذری ہونگی (اور جب دربار ختم ہو جائیگا اور) پھر یہ لوگ اپنے مکانات پر جائینگے تو انکے گھر والے (حیرت و استعجاب سے) اس کیفیت کو ان سے بیان کرینگے (کہ یہ آج تمہارے چہروں پر کسقدر حسن و جمال برس رہا ہے) ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد جمعہ کے روز حضرت عبد اللہ بن مسعود مسجد میں تشریف لائے تو دو آدمی ان سے پہلے آچکے تھے آپ نے فرمایا دو یہ ہیں اور تیسرا میں ہوں اگر اللہ پاک تیسرے پر بھی کرم فرمانا چاہینگے۔ ۲۱
اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا اور ابو عبیدہ کا نام عامر ہے انکو اپنے والد عبد اللہ بن مسعود سے سماع نہیں بعض کہتے ہیں کہ ہے

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے ہمراہ جمعہ کے روز نماز کیلئے گیا تو تین آدمی ان سے پہلے مسجد میں آچکے تھے فرمانے لگے میں چوتھا شخص ہوں اور اللہ کی وسیع رحمت سے چار شخصوں میں سے چوتھا شخص کچھ بعید نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جنت میں (جمعہ کے روز) جنتی اللہ پاک کے قریب بیٹھیں گے جو جسقدر جلد جمعہ کے لئے جاتا ہے اسیقدر قریب بیٹھے گا سب سے قریب اول آنے والا پھر دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا اور چار شخصوں میں سے چوتھا شخص اللہ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں۔ اسکو ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ان دونوں کی اسناد حسن ہے

حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو کی روایت پہلے گذر چکی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے غسل کیا اور سر دھویا اور سویرے سے

(نماز کیلئے) گیا اور امام سے بالکل قریب ہو کر بیٹھا اور خطبہ سُنا تو اسکو ہر قدم کے بدلے میں ایک سال کے روزے نماز کا ثواب ملے گا اسیطرح ایک حدیث اوس بن اوس کی اس مضمون کی گذر چکی ہے۔

جمعہ کے روز نمازیوں کی گردنیں پھلانگنے کی ترہیب

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز ایک آدمی نمازیوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑہ رہے تھے حضور نے (دیکھکر) فرمایا بیٹھ جاؤ تم نے دیر (بھی) کی اور (نمازیوں کو) ستاتے ہو۔

اسکو امام احمد ابوداؤد ونسائی نے روایت کیا نیز ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا مگر ابوداؤد اور نسائی کے ہاں آنیت کا لفظ نہیں ہے۔ ابن ماجہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا۔

۲۲

خطبہ کیوقت خاموش رہنے کی ترغیب اور خطبہ کیوقت کلام کرنے سے ترہیب

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم نے اپنے پاس والے آدمی کو خطبہ کے وقت "خاموش" بھی کہا تو ایک بے فائدہ کام کیا۔

اسکو بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے روایت کیا۔

لَغَوْتَ کے معنے بعض علماء نے اجر سے محروم ہوتے کے کئے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک اسکے معنے تکلّمتَ کے ہیں یعنے دوسرے کو خاموش کہنا بھی کلام کرنا ہے اور بعض کے خیال میں اسکے معنے خطا کرنے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جمعہ کا ثواب ضائع کردیا اور بعض کہتے ہیں کہ جمعہ جمعہ نہیں رہا بلکہ ظہر ہو گیا۔ اور اسکے علاوہ اور معنے بھی اسکے کئے گئے ہیں۔

ف اقرب لے التحقیق بھی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ کے وقت کلام کرنا ثواب اور اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز (خطبہ کے وقت) اگر تم نے کلام کیا تو تم نے اپنے اجر کو ضائع کر دیا اور (اس کوشش کو) بیکار کر دیا۔

اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز خطبہ میں شیون الہیہ کا ذکر کرتے ہوئے سورہ تبارک لذی پڑھی۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ابی بن کعب (کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان) کو ہاتھ سے اشارہ کر کے دریافت کرنے لگے کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی میں نے ابتک نہیں سُنی انھوں نے اشارہ سے کہا کہ خاموش رہو (خیر) جب سب لوگ نماز پڑھکر واپس آگئے تو ابو ذر نے ابی بن کعب سے کہا کہ میں نے تم سے دریافت کیا تھا کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی تم نے مجھے نہیں تبلایا ابی بن کعب نے کہا آج تم کو جمعہ میں سے کچھ نہیں ملا بجز بیہودہ باتوں کے (یہ سُنکر) ابوذر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ اور ابی بن کعب کا جواب سب آپ کو سنایا آپ نے فرمایا کہ ابی بن کعب واقعی سچ کہتے ہیں۔

اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا۔ نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر سے نقل کیا کہ میں ایک روز مسجد میں گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے میں ابی بن کعب کے پاس بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اثنائے خطبہ میں سورۃ برآءت تلاوت فرمائی۔ تو میں نے ابی بن کعب سے دریافت کیا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی ؟ تو انھوں نے ترشروئی کے ساتھ منہ پھیر لیا اور بات نہیں کی پھر تھوڑی دیر بعد میں نے ان سے یہی دریافت کیا تو پھر بھی منہ بنا کر خاموش ہو گئے اور کلام نہیں کیا حتیٰ کہ جب خطبہ ختم ہو گیا اور آپ نماز سے بھی فارغ ہو گئے تو میں نے پھر ابی بن کعب سے کہا کہ میں نے آپ سے ایک بات پوچھی تھی آپ نے غضبناک چہرہ بنا لیا اور جواب

۲۳

نہیں دیا تب حضرت ابی بن کعب کہنے لگے کہ آج تم کو جمعہ کی نماز سے بجز ان بیہودہ باتوں کے اور کچھ نہیں ملا۔ یہ سنکر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا نبی اللہ میں آج جمعہ میں ابی بن کعب کے پاس بیٹھا تھا آپ نے (خطبہ میں) سورۃ براءت پڑھی میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی؟ تو یہ غضبناک اور ترشرو ہوگئے اور انھوں نے مجھ سے بات تک نہ کی، پھر جب خطبہ ختم ہوا تو کہنے لگے کہ تمہیں جمعہ کی نماز سے آج بجز ان بیہودہ باتوں کے اور کچھ نہیں ملا آپ نے فرمایا ابی بن کعب سچ کہتے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھکر خطبہ فرمانے لگے (اثنائے خطبہ میں) آپ نے ایک آیت تلاوت کی میرے پہلو میں حضرت ابی بن کعب بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی تو وہ نہ بولے میں نے پھر دریافت کیا مگر وہ پھر بھی نہ بولے حتیٰ کہ آپ خطبہ پڑھ چکے تو حضرت ابی بن کعب کہنے لگے کہ آج تمہیں جمعہ کا ثواب سوائے ان بے فائدہ باتوں کے اور کچھ نہیں ملا۔ حضور بھی نماز سے فارغ ہوکر واپس تشریف لے آئے تو میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ واقعہ بتلایا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے خطبہ میں ایک آیت تلاوت کی میرے پاس حضرت ابی بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی تو وہ بالکل نہیں بولے بلکہ آپ کے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد کہنے لگے کہ تمہیں آج جمعہ کے ثواب میں سے بجز ان باتوں کے اور کچھ نہیں ملا آپ نے فرمایا ابی سچ کہتے ہیں جب تم امام کو خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھو تو خاموش رہا کرو حتیٰ کہ فارغ ہو جاوے۔ ۲۴

اسکو امام احمد نے بروایت حرب بن قیس عن ابی الدرداء روایت کیا لیکن حرب کو ابو الدرداء سے سماع نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعود مسجد میں آئے۔ حضور خطبہ پڑھ رہے تھے یہ ابی بن کعب کے پاس بیٹھ گئے انھوں نے (اثنائے خطبہ میں ابی بن کعب سے کچھ دریافت کیا یا باتیں کیں مگر انھوں نے جواب نہیں دیا۔ عبداللہ بن مسعود سمجھے کہ یہ کوئی ناراضگی ہے (جسکی وجہ سے نہیں بولتے) حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر واپس ہوگئے

(باقی آئندہ)

اور زکوۃ دینے کا بیان نماز کے کامل ہونے کے لئے کیا ہے کیونکہ نماز کے حقوق ادا کرنا۔ اور جس طرح چاہیئے اس طرح سے پڑھنا خلوص اور محبت پر موقوف ہے اور اسکی ایک علامت مال کا خرچ کرنا ہے حاصل یہ کہ نرا ذکر زبان سے کر لینے سے جیساکہ نماز میں ہوتا ہے دل میں محبت ہونا ظاہر نہیں ہوتا بلکہ کچھ مال بھی دینا چاہیئے اور زکوۃ وہی دیگا جسکے دل میں خلوص اور محبت ہو کیونکہ دنیا میں کوئی حاکم تو زکوۃ کا طلب کرنے والا ہے نہیں جسکے دباؤ سے دیتی پڑتی وہ تو خود ہی اپنی محبت وخلوص سے دیجاتی ہے اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اسلامی بادشاہوں کے زمانہ میں تو زکوۃ وصول کرنے کے لئے عملدار مقرر تھے وہ زبردستی وصول کرتے ہونگے پھر اسمیں خلوص کہاں رہا تو جواب یہ ہے کہ عملدار صرف جانوروں کی زکوۃ کیلئے تھے اور سونا چاندی خود مالکوں کے اختیار میں تھے اور جانوروں کے لئے بھی عملداروں کا مقرر ہونا زبردستی مال وصول کرنے کی غرض سے نہ تہا بلکہ اس خیال سے تھا کہ زکوۃ کا مال سہولت سے مستحق لوگوں کو ملجاوے اور زکوۃ دینے والوں کو مال کے تقسیم کرنے میں دقت نہ ہو اور تجارت کے مالون میں بھی زکوۃ وصول کرنے والے کی طرف سے کچھ زبردستی نہ تھی بلکہ یہ پوچھا جاتا تھا کہ اس مال پر ایک سال پورا گذرا یا نہیں اگر کسی نے کہا کہ نہیں گذرا تو چھوڑ دیا اور اگر کسی نے کہا کہ ہم نے زکوۃ خود دیدی تب بھی چھوڑ دیا۔ دوسری دلیل اس دعوی کی کہ مسجدون کی آبادی خدا کے ذکر سے ہے اور خود ذکر ہی کیلئے بنائی گئی ہے یہ آیت ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہ اسمہ ترجمہ۔ ایسے گھروں میں (یعنی مسجدون میں) جنکی نسبت اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ اُن کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسجدون کے حق مین خدا تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں خدا تعالےٰ کا نام لیا جاوے پس انکی آبادی اسی سے ہے۔ تیسری دلیل یہ حدیث ہے انما بنیت المساجد لذکر اللہ یعنی مسجدین صرف اللہ ہی کے ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں پس جو کام ذکر کے متعلق نہ ہو وہ مسجد کی

۵

ویرانی ہے اور ایسا کام مسجد میں کرنا منع ہے جیسا بعض اُجرت پر لکھنے والے مسجد میں لکھنے بیٹھ جاتے ہیں یا درزی سینے بیٹھ جاتے ہیں. بلکہ مسئلہ کی کتابوں میں تو یہانتک لکھا ہے۔ کہ جو شخص اُجرت پر علم دین کا علم پڑہاتا ہے اسکو بھی مسجد میں بیٹھکر پڑہانا منع ہے اسیطرح مسجد میں قرآن پڑہنے والے لڑکون کا پڑہانا جس سے کسی قسم کی اُجرت لیجاتی ہے منع ہے۔ البتہ دینی کتابیں بلا اُجرت پڑہانا خود ذکر ہے اسکا کچھہ مضائقہ نہیں۔ ایسا ہی معتکف کے لئے جو اللہ کے ذکر کی غرض سے مسجد میں آ بیٹھا ہے اسکو خریدنا بیچنا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے مگر جو چیز بیچنی ہو اسے مسجد کے اندر لاکر معاملہ نہ کریں اور معتکف کے لئے یہ اسلئے جائز ہے تاکہ اللہ کے ذکر سے محروم نہ رہے ورنہ تاجروں کو اعتکاف بھی میسر نہ آتا اور یہ شرط کہ اس چیز کو مسجد کے اندر نہ لاویں اسوقت ہے جبکہ وہ مسجد کی جگہ کو گھیرے ورنہ اگر کوئی شخص چھوٹی سی چیز ہو تو اُسے مسجد کے اندر لانے میں بھی کچھہ حرج نہیں ہے اور معتکف کے سوائے دوسرے شخص کو خریدنا اور بیچنا مسجد کے اندر منع ہے خواہ وہ کیسا ہی چھوٹا معاملہ ہو جیسے ریزگاری کا لین دین اسیطرح کسی ایسی چیز کا پکارکر پوچھنا جو مسجد سے کہیں باہر کھوئی گئی ہو منع ہے البتہ اگر مسجد کے اندر کوئی چیز گم ہوگئی ہو تو اسکا پوچھ لینا مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اپنی تجارت کے اشتہار مسجد میں تقسیم کرنا منع ہے۔ چوتھی دلیل اس دعوے کی کہ مسجدوں کی آبادی اللہ کے ذکر سے ہے۔ یہ ہے کہ حدیث میں قیامت کے قریب ہونے کی علامتوں میں یہ بھی فرمایا ہے مساجدھم عامرۃ وھی خراب۔ یعنی انکی مسجدیں آباد ہونگی لیکن ہونگی ویران۔ ویرانی اور آبادی کا جمع ہونا اسیطرح ہوسکتا ہے کہ ظاہری آبادی میں تو بڑی زیب و زینت اور لوگون کی کثرت ہوگی مگر اصلی آبادی کہ ذکر و خلوص ہے کم ہوگا اس سے بھی یہی بات ثابت ہوئی۔ کہ مسجدوں کی آبادی ذکر سے ہے۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب میں بُری جگہ کونسی ہے اور سب میں بہتر جگہ کونسی ہو

فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور یہ کہا کہ دربار خداوندی سے دریافت کرکے جواب دونگا چنانچہ وہ پوچھنے گئے اسوقت اس مسئلہ کے پوچھنے کی برکت سے خدا تعالے سے اتنی نزدیکی ہوئی کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو اتنی نزدیکی کبھی نہیں ہوئی یعنے صرف ستر ہزار پردے درمیان میں رہگئے۔ غرض دربار خداوندی سے جواب ارشاد ہوا کہ سب میں بری جگہ بازار ہے اور سب میں اچھی جگہ مسجد ہے سو غور کرنا چاہیئے کہ دونوں میں فرق کیا ہے سوائے اسکے کہ مسجد میں خدا تعالے کا ذکر ہوتا ہے اور بازار میں دُنیا کا۔ پس معلوم ہوا کہ مسجد کے بنانے کی اصلی غرض اللہ کا ذکر ہے پس اس میں دُنیا کا ذکر اسکو بازار بنا دینا ہے جو سب میں بُری جگہ ہے اور اُسے بازار بنا دینا یہی اسکی ویرانی ہے اور اس جگہ پر آنحضرت اور حضرت جبرئیل کے اس ارشاد سے کہ (مجھے معلوم نہیں) ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ جو باوجود نہ معلوم ہونیکے مسئلوں کا غلط سلط جواب دینے پر مستعد ہو بیٹھے ہیں اور وہ لوگ بھی سمجھیں اور سنبھلیں جو باوجود کتاب کا مطلب نہ آنیکے طالبعلموں کو کچھ نہ کچھ جواب دیتے چلے جاتے ہیں اور یہ نہیں کہدیتے کہ یہ مقام ہماری سمجھ میں نہیں آتا جو بات معلوم نہ ہو کہدینا چاہیئے کہ ہم کو معلوم نہیں۔ بزرجمہر سے کسی بڑھیا نے ایک بات پوچھی اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں بڑھیا نے کہا کہ ہائیں تم بادشاہ کی اتنی تنخواہ کھاتے ہو اور یہ بات تم کو معلوم نہیں بزرجمہر نے جواب دیا کہ تنخواہ تو مجھے ان چیزوں کی ملتی ہے جو مجھکو معلوم ہیں اور جو مجھے معلوم نہیں اگر انکی تنخواہ ملنے لگے تو بادشاہ کا سارا خزانہ بھی میری تنخواہ کے لئے کافی نہ ہو کیونکہ نامعلوم باتیں تو بے انتہا ہیں۔ اور حضرت جبرئیل کا ستر ہزار پردوں کی نسبت یہ فرمانا کہ مجھکو اتنی نزدیکی کبھی نہیں ہوئی بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ جو لوگ دنیا میں تھوڑا سا ذکر شغل کرکے حق تعالے کے دیدار کی ہوس میں پڑتے ہیں کتنی بڑی غلطی ہے کیونکہ وہ جبرئیل علیہ السلام سے بھی زیادہ قریب ہونا چاہتے ہیں ہاں البتہ قیامت میں موافق وعدہ کے اللہ پاک کا

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا مسجد کی ویرانی ہے

بزرجمہر کا جواب

دیدار ہوگا اور کوئی پردہ درمیان میں نہ ہوگا غرض اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسجد کے اندر بازار کی سی باتیں کرنا ناجائز ہے۔ بعض لوگ صحابہ پر تہمت لگاتے ہیں کہ وہ حضرات بھی مسجدوں میں ہماری طرح خرافات باتیں کیا کرتے تھے۔ سو یہ بالکل تہمت ہی تہمت ہے۔ اگر صحابہ کرام ہی رسول اللہ کے ارشاد پر عمل کرنے والے نہ ہونگے تو اور کون ہوگا۔ ایک تو خود دُنیا کی باتیں مسجد میں کرنا ظلم تھا ہی۔ یہ ظالم صحابہ پر تہمت لگا کر ظلم کو اور بھاری کئے دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ خود تو یہ کریں اور الٹا بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں۔ البتہ بعض اس میں غلطی کرتے ہیں کہ ہر بات کو دنیا کی بات سمجھ جاتے ہیں جیسے بیمار کی حالت پوچھنا۔ یا مسلمان کی حالت دریافت کرنا۔ سو جان لینا چاہیئے کہ یہ دین کی باتوں میں سے ہیں۔ ان کا مسجد میں پوچھنا کچھ حرج نہیں۔ اسیطرح اگر کوئی چیز مسجد میں گم ہو جائے تو اسکا پوچھنا بھی جائز ہے اسیطرح معتکف کا مسجد کے اندر خریدنا اور بیچنا جائز ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اور شریعت نے کیا ہی آسانی رکھی ہے بھلا اگر کوئی سوداگر اعتکاف کرنا چاہتا اور اسکے لئے معاملہ مسجد میں ناجائز ہوتا تو وہ بیچارہ اس عبادت سے محروم رہتا۔ شریعت کے حق ہونے کی گواہی دیتی ہیں کہ اس میں ان لوگوں کی بہت رعایت ہے جو دنیاوی تعلقات رکھتے ہیں اور اُنکے بھی جنہوں نے تعلقات چھوڑ دیے ہیں باقی جو شخص اعتکاف میں نہ ہو اسکو مسجد کے اندر خریدنا اور بیچنا جائز نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ ایک بار مجھکو اپنے ایک دوست کی جنکو مجھسے شاگردی کا تعلق تھا ایک بات نہایت پسند آئی کہ میں بیٹھا تھا اسی حالت میں ایک روپیہ کی ریزگاری ایک شخص سے منگائی۔ اس نے مجھے مسجد میں لا کر دی انھوں نے مجھے ٹوکا کہ یہ تو لین دین ہے مسجد میں نہ چاہیئے۔ اہل حق کی یہی شان ہوتی ہے کہ اپنے بڑوں کو بھی شریعت کی بات بتلا دے مگر ادب کو نہ چھوڑے چنانچہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ایک دن صبح کی نماز میں بوجہ نئی شادی ہونیکے ذرا دیر سے پہونچے تو انکے مرید مولوی عبدالحی صاحب نماز کے بعد وعظ فرماتے بیٹھ گئے اور یہیں یہ بھی کہا

ایک دوست کی عجیب حکایت

کہ بعض لوگون کا یہ حال ہے کہ جورو کی بغل میں پڑے رہتے ہیں اور تکبیر اولی قضا ہو جاتی ہے جناب سید صاحب نے نہایت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اب سے ایسا نہیں ہوگا۔ مولوی عبدالحی صاحب کی نصیحت کا گو یہ طرز ظاہر میں ادب کے خلاف تھا مگر اس طرز سے کہنے کی اسلیئے جرأت کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ سید صاحب کو بُرا نہ معلوم ہوگا۔ بلکہ خوش ہونگے۔ انکے خوش کرنے کو بے ادبی اختیار کی ایسا ہی قصہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہے جو کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ کسوقت تم مجھ سے خفا ہوتی ہو اور کسوقت خوش ہوتی ہو جب خفا ہوتی ہو تو قسم کھاتے وقت یون کہتی ہو کہ رب ابراہیم کی قسم اور جب خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو رب محمد کی قسم حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میں اسوقت صرف آپ کا نام ہی لینا چھوڑ دیتی ہون (یعنی دل سے آپ کو نہیں بھولتی) بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اور کرے تو بے ادبی میں داخل ہو جائے۔ بلکہ کفر ہو جائے گا مگر سچا عاشق محبت کے جوش میں کرتا ہے تو اسلیے اسکو معاف ہو جاتی ہیں۔ حاصل یہ کہ عاشقون کی باتیں ظاہر میں بے ادبی ہوتی ہیں اور واقع میں وہ بالکل ادب کے موافق ہوتی ہیں۔

(۵) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مسجد کا کم سے کم اتنا ادب تو کرنا چاہیئے جیسا کہ دنیا کے حاکم کے دربار کا کیا جاتا ہے کہ دل کی اور تمام جسم کی اسکے دربار میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ایک لحظہ بھی دوسری طرف توجہ نہیں ہٹتی۔ اور ایسی حالت اول تو ہر وقت ہو ورنہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت تو ضرور ہو۔ اور یون نہ سمجھا جاوے کہ اس حالت کا ہر وقت حاصل ہونا پہلے بزرگوں پر ختم ہو گیا ہے ہم کو کب یہ حال نصیب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالے بڑے کرم والے ہیں۔ ان سے ہرگز ناامید نہ ہونا چاہیئے دیکھئے صحابہ کے ادب کی مسجد میں یہ کیفیت تھی کہ حضرت عمرؓ نے دو شخصون کو مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتین کرتے دیکھا تو آپ نے ان کو دھمکایا اور فرمایا کہ اگر باہر کے مسافر ہوتے تو تمہیں

۹

ہو شیار امور کنندہ تعلیم حسن ادب

سزا دیتا۔ اور جس طرح مسجد کا ادب ضروری ہے ایسے ہی جو لوگ مسجد کے اندر ہیں ان کا ادب بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے مسجد والوں کو تکلیف ہو مثلاً یہ خیال رکھے کہ ایسی جگہ نماز پڑھنے نہ کھڑا ہو جہاں اور آنے جانے والوں کو تکلیف ہو اسیطرح جسوقت کوئی اور شخص پڑھ رہا ہو اسوقت بلند آواز سے ذکر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس شخص کی نماز میں اس سے خلل ہوگا اور اسکو تکلیف ہوگی اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث میں مسجد کی نسبت فرمایا ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں اور جنت میں کسیکو تکلیف نہ ہونا چاہیئے فقط

تمت

سلسلہ تسہیل المواعظ کی دوسری جلد کا تیسرا وعظ مسمے بہ مسجد کے آداب ختم ہوا اب انشاء اللہ تعالے چوتھا وعظ مسمے بہ دعا کے شرائط ذی الحجہ کے پرچہ میں شائع ہوگا ❊

(۱) پس لازم آیا کہ شخص واحد دو شخص ہوجاوے اور یہ محال ہے۔ اور اگر زائل ہوگئی۔
تو وہ قدیم نہتی اسلئے کہ قدیم کا زوال ممتنع ہے۔ پس وہ حادث ہوئی۔ اور اس سے پہلے
جو صورت شخصیہ تھی اسی دلیل (معدوم ہونا ۱۲) سے وہ بھی حادث ہوگئی۔ پس جب تمام افراد صورت شخصیہ

(ح) اسکے کیا معنے ہوسکتے ہیں کہ زید نوع انسان میں تو داخل ہے مگر وہ کوئی خاص فرد نوع انسان
کا نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو عمرو بکر سے علیحدہ کیوں سمجھا جاتا ہے ظاہر ہے کہ زید نوع انسان
کا ایک خاص فرد بھی ہے۔ یہ فرد ہونا جس بات سے حاصل ہوتا ہے اسکو صورت شخصیہ کہتے
ہیں تو اگر صورت نوعیہ کو قدیم کہنا ہے تو صورت شخصیہ کو بھی قدیم کہو۔ یعنی زید جس ہیئت کذائی
سے اسوقت موجود ہی اسیطرح قدیم ہو اور یہ جس درجہ باطل اور بیہودہ بات ہے سب جانتے ہیں
نہ فلسفہ قدیمہ کوئی گنوار سے گنوار بھی اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ اسپر دلیل لانے کی
اصلا ضرورت نہیں لیکن حضرت مصنف مدظلہ وطال بقائہ وزادت برکاتہ کی دلسوزی دیکھئے کہ صورت
شخصیہ کے حادث ہونے پر بھی دلیل باقاعدہ قائم کردی باین خیال کہ آجکل طوفان بے تمیزی
کا دور دورہ ہے کیا عجب ہے کہ کوئی عقلمند اور نیا فلسفی اسکو بھی مان لے کہ صورت شخصیہ بھی
قدیم ہے جیسا کہ یہ مان لیا کہ مادہ ایک وقت میں صورت جسمیہ سے خالی تھا جسکا ترجمہ دوسرے
لفظ میں یہ ہے کہ مادہ ایک وقت میں موجود بھی تھا اور غیر موجود بھی۔ وہ دلیل یہ ہے کہ اس سے
انکار نہیں ہو سکتا کہ زید کی صورت کذائی بدلتی ہے ایک وقت میں زید ایک ہاتھ لمبا بچہ تھا پھر
ایک وقت میں تین چار ہاتھ لمبا جوان ہوگیا کبھی دبلا تھا کبھی موٹا ہوگیا تو سوال کیا جا سکتا ہی کہ
جب ایک صورت جاکر دوسری صورت آتی ہے تو وہ پہلی صورت بھی باقی رہتی ہے یا وہ فنا اور معدوم
اور زائل ہوجاتی ہے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ پہلی صورت بھی باقی رہتی ہے کیونکہ لازم
آویگا کہ زید کے لئے ایک وقت میں دو صورتیں ہوں اور چونکہ زید نوع انسان کا ایک خاص فرد
صورت شخصیہ ہی کی بدولت بنا تھا تو اگر دو صورتیں مانی جاوینگی تو زید کو دو فرد کہنا چاہیے اور یہ
جیسے لغو بات ہے سب جانتے ہیں تو صحیح یہ ہے کہ ایک صورت یعنی صورت اول زائل ہوکر دوسری
صورت عارض ہوتی ہے تو صورت اول قدیم نہ ہوئی کیونکہ اسکو عدم لاحق ہوا اور قدیم کو عدم
لاحق نہیں ہوا کرتا پھر صورت ثانیہ میں بھی یہی بات پیش آتی ہے کہ وہ جاکر تیسری صورت عارض

(ا) کے حادث ہوئے تو مطلق صورت شخصیہ بھی حادث اور مسبوق بالعدم ہوئی اور جب وہ معدوم ہوگی اوسوقت صورت نوعیہ معدوم ہوگی اور اسکے معدوم ہونے سے صورت جسمیہ معدوم ہوگی اور اسکے معدوم ہونے سے مادہ معدوم ہوگا پس قدم باطل ہوا۔ مادہ کا قدیم ہونا ۱۲

(ح) ہوتی ہے تو صورت ثانیہ بھی قدیم نہ ہوئی۔ یہی گفتگو ہر صورت شخصیہ میں جاری ہوگی اور ہر صورت شخصیہ کو حادث بھی ماننا پڑیگا۔ بلفظ دیگر صورت شخصیہ مطلقاً حادث ہوگی اور کہنا پڑیگا کہ کوئی وقت ایسا ضرور ہوگا کہ صورت شخصیہ کا وجود نہ ہو۔ غرض زید کی صورت کذائیہ کا حادث ہونا اور متغیر ہونا بالکل ظاہر ہے اور باقاعدہ دلیل بھی اسپر قائم کردی گئی۔ اب اس سے حدوث مادہ تک پہونچنا بہت سہل ہے کیونکہ جب صورت شخصیہ کا وجود نہوگا تو اُسکا وجود کیسے ہوگا جسکا وجود بلا اسکے نہیں ہو سکتا یعنی صورت نوعیہ کا۔ تو صورت نوعیہ ایک وقت میں غیر موجود ہوئی اور اسیکو حادث ہونا کہتے ہیں اور جب صورت نوعیہ غیر موجود ہوئی تو وہ چیز بھی جو اسکے بغیر موجود نہیں ہوسکتی یعنی صورت جسمیہ وہ بھی کیسے موجود ہوگی تو صورت جسمیہ بھی غیر موجود ہوگی۔ اسیکو حادث ہونا کہتے ہیں۔ پھر جب صورت جسمیہ معدوم ہوئی تو وہ چیز بھی کیسے موجود ہوسکتی ہے جو اسکے بغیر موجود نہیں ہوسکتی یعنی مادہ تو اسوقت مادہ کو بھی غیر موجود ماننا پڑے گا۔ اسیکو حادث ہونا کہتے ہیں غرض اگر مادہ کو قدیم کہنا ہے تو صرف صورت جسمیہ کو قدیم کہکر پیچھا نہیں چھوٹ سکتا صورت نوعیہ کو اور صورت شخصیہ کو بھی قدیم کہنا پڑے گا لیکن انکو قدیم نہیں کہہ سکتے تو صورت جسمیہ کو بھی قدیم نہیں کہہ سکتے اور جب صورت جسمیہ کو قدیم نہیں کہہ سکتے تو مادہ کو بھی قدیم نہیں کہہ سکتے کیونکہ صورت جسمیہ مادہ کو لازم ہے اور الشئے اذا ثبت ثبت بلوازمہ و انتفاء اللازم یستلزم و انتفاء الملزوم یعنی لازم کے جاتے رہنے سے ملزوم بھی جاتا رہے گا۔ دیکھیے ایک ہی دلیل فلسفہ جدیدہ اور قدیمہ دونوں کے رد کرنے کیلئے کافی ہوگئی۔ ہم اسکا خلاصہ پھر دہراتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ فلسفہ جدیدہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ مادہ کو صورت سے خالی ماننے کے کوئی معنے نہیں کیونکہ مادہ کو بلا صورت کے ماننا صرف فرضی وجود کہا جا سکتا ہے اور اگر واقعی وجود مانا جاوے (جسکو وجود بالفعل کہتے ہیں) تو بلا صورت کے نہیں ہوسکتا جب وجود مادہ کا ہوتا ہی صورت سے ہے تو صورت سے خالی ماننا وجود سے خالی ماننا ہے تو وجود و عدم دونوں کا اجتماع لازم آتا ہے

(ح) جو بداہۃً محال ہے اور اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ مادہ موجود ہی نہ ہو قدیم ہونا تو کیا۔ غرض مادہ کو کسی حال میں صورت سے خالی نہیں مان سکتے۔ یہ وہی صورت ہے جسکو فلسفہ قدیمہ صورت جسمیہ کہتا ہے تو اگر مادہ کو قدیم کہتا ہے تو صورت جسمیہ کو بھی قدیم کہو۔ اور فلسفہ قدیمہ کے ہم نوا ہو جاؤ۔ اور اب آگے تم سے اور فلسفہ قدیمہ سے دونوں سے کہا جاتا ہے کہ صرف صورت جسمیہ کو قدیم نہیں کہہ سکتے کیونکہ صورت جسمیہ کو صورت نوعیہ لازم ہے اور صورت نوعیہ کو صورت شخصیہ لازم ہے تو اگر صورت جسمیہ قدیم ہے تو صورت نوعیہ اور شخصیہ بھی قدیم ہونگی اور انکو قدیم کوئی نہیں کہتا نہ کہہ سکتا ہے تو جو ان سب کا ملزوم ہے یعنی مادہ جو بلا انکے موجود نہیں ہو سکتا وہ کیسے قدیم ہو سکتا ہے۔ اس خلاصہ سے کل تقریر حدوث مادہ کی آسانی سے ذہن میں آسکتی ہے اور تفصیل اُوپر گذر چکی۔ غرض مادہ کا قدیم ہونا باطل ہو گیا۔ اہل سائنس جدید اگر غور سے کام لیں گے تو کوئی مفر اس سے نہیں پائینگے اور اگر تحقیق کا کچھ مادہ طبیعتوں میں ہو تو جس طرف دلیل لے چلے اس طرف چلنا چاہیئے۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اولاً سمجھ میں نہیں آتیں لیکن دلیل کے اتباع سے بادل ناخواستہ اوسکو ماننا پڑتا ہے۔ مثلاً آفتاب کے زمین سے بعد کی پیمایش اور آفتاب کی جسامت کا اندازہ یا زمین کا متحرک ہونا کہ یہ باتیں جب نئی نئی سُنی جاتی ہیں تو حیرت سی ہو جاتی ہے کہ آفتاب و زمین کا فاصلہ کیسے ناپا گیا اور اتنا بڑا آفتاب کیسے قائم ہے اور اتنی وزنی زمین ایسی باقاعدہ اور ایک طریق پر کیسے حرکت کرتی ہے۔ لیکن انکے نزدیک جب دلیل اسکو ثابت کرتی ہے تو اوسکو تسلیم ہی کرتے ہیں اور استبعاد کو طبیعت سے ہٹا دیتے ہیں اسی طرح جب دلیل قدم مادہ کو باطل کرتی ہے اور حدوث مادہ کو ثابت کرتی ہے۔ تو سلامت طبع کی بات تو یہی ہے کہ دلیل کا اتباع کیا جاوے اور مادہ کو حادث ہی کہا جاوے۔ اس میں صرف یہ ذرا سا استبعاد رہ جاتا ہے کہ عدم محض سے کسی چیز کا وجود میں آجانا (جو مادہ کو حادث ماننے سے لازم آتا ہے) سمجھ میں نہیں آتا۔ اور ایسا کہیں دیکھا بھی نہیں جاتا اور نہ ہم ایسا کر سکتے ہیں اور نہ کسی کو سُنا کہ ایسا کر سکا ہو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ صرف استبعاد ہے اس کو محال ہونا نہیں کہتے اور محال ناممکن ہوتا

(ا) اور عدم سے وجود میں آنا جو سمجھ میں نہیں آتا اسکا نام استبعاد ہے استحالہ نہیں۔ اور مستبعدات وقوع سے آبی نہیں۔ اور ان دونون میں خلط ہونا بہت سی غلطیون کا سبب ہے۔

اور اس سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ عقیدۂ قدم مادہ اسلام کے خلاف ہے۔ اور سائنس حال کے خلاف اسلئے کہ اہل سائنس خود خدا ہی کے قائل نہیں۔

(ح) ہے مستبعد نا ممکن نہیں ہوتا۔ ہزارون مستبعد چیزیں وقوع میں آگئیں اور آتی جاتی ہیں۔ اسیطرح اس مستبعد کو بھی سمجھ لو اور زیادہ استبعاد بھی نہیں ہے کیونکہ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ہر چیز اسوقت عدم محض سے وجود میں آتی ہے جسکے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی چیز معدوم محض کہان ہوتی ہے انسان پہلے نطفہ تھا اور اس سے پہلے مٹی تھا وغیرہ وغیرہ کوئی دکھلادے کہ کسی وقت میں معدوم محض ہوجاوے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اسوقت سلسلہ یہی ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بنتی ہے اور کچھ نہ کچھ وجود باقی رہتا ہے لیکن کبھی نہ کبھی ایسا ضرور ہوا ہے کہ کل عالم لاشئے محض تھا جیسے صانع مطلق کو منظور ہوا اور وجود میں آیا اور اسی صانع مطلق کے حکم سے یہ سلسلہ چل رہا ہے کہ صورتیں بدلتی ہیں اور اصل چیز قائم رہتی ہے لیکن صانع مطلق کے اختیار سے وہ باہر نہیں۔ جب وہ چاہے گا اسکو پھر وہ معدوم محض کردیگا۔ ہاں ہم ایسا نہیں کرسکتے اس سے تو اور ثبوت اُس صانع مطلق جبروت کا ملتا ہے کہ ہم اس چیز کو جسکو وہ برقرار رکھنا چاہتا ہے ایک ذرہ کو بھی مٹا نہیں سکتے غلطی یہ ہے کہ ہم اوسکی قدرت کو اپنی قدرت کے برابر سمجھتے ہیں۔ غرض محقق کی شان یہ ہے کہ دلیل کا اتباع کرے اور صرف استبعاد سے دلیل کے خلاف نہ چلے مستبعد اور محال ایک نہیں ہیں آجکل اسی میں غلطی کیجاتی ہے کہ دونون میں فرق نہیں کیا جاتا یہی غلطی ہزارون غلطیون کا سبب ہورہی ہے۔ (دیکھو اصول موضوعہ نمبر ...)

الحاصل مادہ کا قدیم ہونا باطل ہوگیا اور ثابت ہوگیا کہ قدم مادہ کا عقیدہ اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ایک صفت خداوندی (قدم) میں دوسرے کو شریک کرنا لازم آتا ہے اور یہ توحید کے خلاف ہے اور اصل الاصول اسلام کی توحید ہی ہے تو جو اہل اسلام سائنس کے مغالطون میں آکر قدم مادہ کیطرف جھک گئے ہیں وہ اسلام کے متبع نہیں رہے۔

چون سرش ببرید شد سوئے قصاب تا ہا لش بر کند در دم شتاب

یعنی جب اُسکا سر کاٹ لیا تو قصاب کی طرف چلا تاکہ فوراً جلدی سے اُسکی کھال نکالدے۔ آگے مولانا اس مضمون سے انتقال دوسری طرف فرماتے ہیں چونکہ اس شخص کے دل میں ایک تقاضا پیدا ہوا کہ بے مشقت کے امیری ملجاوے تو اسکو حق تعالےٰ نے اسکے۔ لئے آسان فرمادیا۔ لہذا مولانا بھی آگے دعا فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ یا الٰہی جب آپ نے ہم کو احکام فرمائے ہیں جنکا کہ اندر سے تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ ان سارے احکام کی تعمیل ہوجاوے تو اچھا ہے تو یا تو اُس شخص کی طرح ہمارے لئے بھی اسکو سہل فرمادیجئے اور توفیق عمل کی دیجئے ورنہ پھر اُس تقاضے کو ہم پر سے اُٹھائیے۔ اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

۸۵

اے تقاضا گر درون ہمچون جنین چون تقاضا میکنی اتمام این

سہل کن گردان رہ نما توفیق دہ یا تقاضا را بہل بر ما منہ

چون ز مفلس زر تقاضا می کنی زر ببخشش در سرائے شاہ غنی

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر زہرہ کے دارد کہ آید در نظر

نظم و تجنیس و قوافی ای علیم بندہ امر تو اند از ترس و بیم

چون مسبح کردہ ہر چیز را ذات بے تمیز و با تمیز را

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر — گوید و از حال آن این بیخبر

آدمے منکر ز تسبیح جماد — وان جماد اندر عبادت اوستاد

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے — بیخبر از یکدگر اندر شکے

چون دو ناطق را ز حال ہمدگر — نیست آگہ چون بود دیوار و در

چون من از تسبیح ناطق غافلم — چون بداند سبحہ صامت دلم

۸۶ ہست سنی را یکے تسبیح خاص — ہست جبری را ضد آن در مناص

سنی از تسبیح جبری بے خبر — جبری از تسبیح سنی بے اثر

این ہمی گوید کہ آن ضالست و گم — بے خبر از حال او و زامر قم

وان ہمی گوید کہ این را چہ خبر — جنگشان افگند یزدان از قدر

گوہر ہر یک ہویدا مے کند — جنس از ناجنس پیدا میکند

قہر را از لطف داند ہر کسے — خواہ نادان خواہ دانا یا خسے

لیک لطفی قہر در پنہان شدہ / یا کہ قہری در دل لطف آمدہ

کم کسی داند مگر ربانیی / کش بود در دل محک جانیی

باقیان زین دو گمانی میبرند / سوی لانہ خود بیک پر می پرند

علم را دو پر گمان را یک پرست / ناقص آمد ظن بہ پرواز ابترست

مرغ یک پر زود افتد سرنگون / باز بر پرد دو گامی یا فزون

می فتد می خیزد آن مرغ گمان / با یکی پر بر امید آشیان ۸۷

چون ز ظن وارست علمش رو نمود / شد دو پر آن مرغ و پرہا واکشود

بعد ازان یمشی سویا مستقیم / نی علی وجہہ مکبا او سقیم

با دو پر بر می پرد چون جبرئیل / بیگمان بی کثرت و بی قال و قیل

گر ہمہ عالم بگویندش توئی / بر رہ یزدان و دین مستوی

او نگردد گرم تر از گفتشان / جان طاق او نگردد جفت شان

ور ہمہ گویند او را گمرہی — گوہ پنداری و تو برگ کہی

او نیفتد در گمان از طعن شان — او نگردد کم ز مند از طعن شان

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت — گویدش با گمرہی یاری و جفت

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال — یا بطعن طاعنان رنجور حال

مطمئن و موقن و بے احتیال — کانچنین باشد مگر در کل حال

۸۸

قبل اسکے کہ ہم حل ابیات میں مصروف ہوں ایک ضروری بات بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ حل اشعار میں مدد دے وہ یہ کہ اصولیین نے کہا ہے کہ سبب وجوب کے موجود ہونے پر خطاب تقدیری بندونکی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بندوں سے مامور بہ کے تفویض و تسلیم کا مطالبہ ہوتا ہے اسکو پیش نظر رکھکر اور اُسکے منشاء پر غور کرکے اگر یوں کہا جاوے کہ یہ حکم واجبات مخصوصہ ہی کیساتھ خاص نہیں بلکہ تمام تکالیف کی یہی حالت ہے خواہ مامور بہ ہوں یا منہی عنہ واجب ہوں یا مسنون یا مندوب حرام ہوں یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور اُن میں علاوہ قواعد عامہ کے ہر مکلف کے لئے ہر ضرورت کے وقت افعل یا لاتفعل کا خطاب متوجہ ہوتا ہے تو کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔ یہی وہ تقاضا ہے جو جنین کی طرح مستور اور مخفی ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سُنو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے جنین کی طرح مخفی تقاضا کرنے والے جب آپ ہم سے اپنے امر مطلوب کی تکمیل کا مطالبہ فرماتے ہیں تو اسکو ہمارے لئے آسان بھی کر دیجئے اور ہم کو اسکی طرف ہدایت بھی فرمائیے اور اُسکے اختیار کی توفیق بھی عطا فرمائیے اور اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو براہ لطف و کرم اسکا ہم سے مطالبہ بھی نہ فرمائیے کہ ہم بدون آپکی امداد کے آپکے احکام کی بجا آوری

سے قاصر ہیں اور جب ہم مفلسون (یعنی بدون آپکی توفیق و امداد کے بجا آوری احکام سے قاصرون) سے زر (بجا آوری احکام) کا مطالبہ کرتے ہیں تو چپکے سے ہم کو وہ زر (استطاعت بجا آوری) عطا بھی فرما دیجئے آپ غنی اور قادر و فاعل مختار ہیں۔ آپ کے لئے کچھ دشوار نہیں انتظام وتتابع شام وسحر کب طاقت رکھتا ہے کہ بدون آپ کے نظر آسکے کیونکہ ہر نظم وقافیہ اور تجنیس خواہ اُسکا تعلق شام وسحر سے ہو یا اور چیزون سے بوجہ خوف کے آپکے مطیع حکم ہے (فائدہ نظم وقافیہ وتجنیس سے مراد اس جگہ مطلق انتظام واتساق وتتابع ومجانست ومناسبت ہی نہ کہ خاص اصطلاح عروض وبدیع فافہم) آپ نے کس عجیب طریقہ سے ہر چیز اور تمام ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کو اپنی عبادت کرنیوالا بنایا ہے کہ ہر ایک نئے طریقہ سے آپکی عبادت کرتا ہی خواہ وہ عبادت آپکی مرضی کے موافق ہو خواہ خلاف اور خواہ مقصوداً ہو یا لزوماً اور لطف یہ کہ ایک کی ایک کو خبر نہیں۔ کبھی تو نفس عبادت ہی کی اطلاع نہیں ہوتی اور کبھی نفس عبادت کو جانتا ہے مگر وہ اسکے عبادت الہی ہونے سے واقف نہیں ہوتا۔ چنانچہ انسان عبادت جمادات کا منکر ہے۔ حالانکہ وہ عبادت میں ماہر ہیں۔ نیز حیوانات اور کفار کا بھی یہی حال ہے سب سے بڑھکر یہ کہ فرقہائے اسلامیہ باطلہ جو تعداد میں بہتر ہیں انکی بھی یہی حالت ہے کہ ہر ایک کی جُدا گانہ عبادت ہے اور ایک کی دوسرے کو خبر نہیں۔ اس سے ہمارے اس قول کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب آپکی پرستش کرتے ہیں مگر ایک کی دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ جب ذوی العقول کی یہ حالت ہے تو غیر ذوی العقول کی کیا حالت ہوگی ضرور یہی ہوگا کہ ان میں بھی ایک کی دوسرے کو خبر نہ ہوگی نیز ان لوگون کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو تسبیح جمادات کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ جب ان کو ذوی العقول کی عبادت کا بھی علم نہیں تو غیر ذوی العقول کی تسبیح کا انکو کیا احساس ہو سکتا ہے خیر یہ تو استطرادی گفتگو تھی اب سنو کہ اس سے بھی بڑھکر یہ بات ہے کہ اہل حق کی عبادت ایک خاص طریق پر ہے اور جبری کی اسکے خلاف دوسرے طریق پر اور عام طور پر اہل حق کو جبری کی عبادت یعنی اسکی عبادت ہونے کی جہت کی خبر نہیں اور جبری کو اہل حق کی طاعت یعنی اسکی طاعت ہونے کی جہت سے آگاہی نہیں۔ اہل حق جبری کو گمراہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ حقیقت حال سے واقف

نہیں اور امر قم فانذر وغیرہ کی دلالت علی الاختیار کو نہیں سمجھتے۔ اور جبری کہتا ہے کہ اہل سنت کیا جانیں اب سنو کہ حق سبحانہ نے ان میں آپس میں لڑائی کرا رکھی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ایک کی استعداد کا مرتبہ ظاہر ہو جاوے اور اہل اور نا اہل اور ضال اور مہتدی میں امتیاز ہو جاوے لیکن یہ امتیاز ہر ایک کا کام نہیں کیونکہ غصہ اور مہربانی میں تو ہر شخص خواہ دانا ہو یا نادان یا بالکل ہی گیا گذرا ہو امتیاز کر سکتا ہے لیکن وقت یہ ہے کہ بعض کا مرحوم اور بعض کا مغضوب ہونا بالکل صاف نہیں بلکہ لطف میں قہر کی آمیزش ہے اور قہر میں لطف کی اور جو لطف قہر میں مستور ہو یا جو قہر لطف قہر میں مخفی ہو اوسکو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں الا اہل اللہ جنکے دل میں ایک کسوٹی رکھی ہوئی ہے کہ وہ اوس سے مجرم کو معلوم کر لیتے ہیں یہ مضمون بھی استطرادی تھا۔ اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ اہل حق اور جبری کے علاوہ اور فرقے جو ہیں وہ ایک اور ہی گمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اہل حق ہیں باقی سب گمراہ۔ یہ لوگ اپنے گھونسلے کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ علم و یقین کے تو دو پر ہیں۔ یعنی صاحب علم تو اوس جانور کے مشابہ ہے جو دو پر رکھتا ہو اور اچھی طرح اڑ سکتا ہو۔ اسکے برخلاف صاحب ظن اسقدر پرواز نہیں رکھتا بلکہ اس سے گھٹیا اور خستہ حال ہے اور اوس جانور سے مشابہت رکھتا ہے جو ایک پر رکھتا ہو اور ایک پر والے جانور کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ جلدی اوندھے منہ گر جاتا ہے پھر دو چار قدم اڑتا ہے پھر گر جاتا ہے اور آشیانہ تک نہیں پہونچ سکتا یہی حالت صاحب گمان کی ہے کہ وہ بھی باوجود اپنے نقصان کے بار بار حقیقت تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے مگر ہر مرتبہ ناکام رہتا ہے اور جبکہ وہ ظن سے چھوٹ جاتا ہے اور علم و یقین حاصل کر لیتا ہے تو دو پرون والے جانور کی مثل ہوتا ہے اور پرون کو کھولکر سیدھا اڑتا اور حقیقت تک پہونچتا ہے اور صاحب ظن کی طرح اوندھے منہ نہیں گرتا اور نہ اوسکی طرح کمزور ہوتا ہے ایسا شخص دو پروں سے جبرئیل کیطرح اڑتا ہے نہ وہ مبتلائے ظن ہوتا ہے نہ اوسے غور و خوض کی ضرورت ہوتی ہے نہ وہ سوال و جواب کا محتاج ہوتا ہے اوسکی طمانیت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر تمام عالم ملکر اوس سے یہ کہے کہ راہ حق میں تو ہی ٹھیک چلنے والا ہے اور تیرا ہی دین ٹھیک ہے تو اس سے اوسکی

۹۰

جد و جہد میں کوئی ترقی نہیں ہوسکتی۔ اور اوسکی یکتا روح اُن سے میل نہیں کھا سکتی یعنی اب بھی
وہ ان سے اور انکی تائید سے یوں ہی مستغنی ہوتا ہے جیسے پہلے تھا اور اگر سب ملکر اوسے
گمراہ کہیں اور یہ کہیں کہ تو اپنے کو پہاڑ سمجھتا ہے مگر فی الحقیقت ایک تنکا ہے تو وہ اون کے اس طعن
سے گمان باطل میں مبتلا نہ ہوگا اور اونکی اس نیزہ زنی کا اوسکو کچھ بھی احساس نہ ہوگا بلکہ
اگر دریا اور پہاڑ بھی بول اُٹھیں اور کہیں کہ تو قرین ضلالت اور گمراہ ہے تو وہ بالکل بھی
تو شبہ میں نہ پڑے گا بلکہ وہ اوسی طرح صاحب یقین اور مطمئن رہے گا اور اسے ہرگز یہ
خیال نہ ہوگا کہ اب کیا کرنا چاہیئے کیونکہ اوسکی حالت ہمیشہ یکسان رہتی ہے اور کبھی بھی
اسے کھٹکا نہیں ہوتا۔ جو لوگ صاحب یقین نہین ہیں اونکی وہی حالت ہے جو ایک معلم کی تھی
جسکا قصہ حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

اے تقاضا گر درون ہمچون جنین　　چون تقاضا مے کنے اتمام این

یعنی اسے باطن میں جنین کی طرح تقاضا کرنے والے جب تقاضا فرماتے ہیں تو اسکو پورا کر دیجئے

سہل گردان رہ نما توفیق دہ　　یا تقاضا را بہل بر ما منہ

یعنی سہل فرمایئے اور راہ دکھلایئے اور توفیق دیجئے یا تقاضے کو چھوڑ دیئے اور ہم پر مت رکھیئے
اب یہان ایک بات یہ بھی سمجھ لو کہ مصرعہ "یا تقاضا را بہل بر ما منہ" حالت ادلال و ناز کی ہے۔
مولانا پر اسوقت حالت ناز غالب ہے اسلیئے وہ ایسی بات فرما رہے ہیں باقی یا درکھو
کہ اور کسیکو ایسی بات کہنا یا اس مصرعہ کو بطور دعا کے پڑھنا حرام و ناجائز ہے اسلیئے کہ
ہر ایک کی تو یہ حالت نہیں ہے ہان جسکو حاصل ہو جاوے اسوقت چاہے اس سے
بھی تیز کہدے مگر اس سے پہلے کہنا بالکل حرام ہے آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون ز مفلس زر تقاضا میکنی زر بہ بخشش در سرای شاہ غنی

یعنی جب آپ کسی مفلس سے روپیہ کا تقاضا کریں تو اے شاہِ غنی اوسکو پوشیدگی میں روپیہ دیجئے مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص مفلس کنگال سے روپیہ طلب کرے اور یہ طالب رحیم کریم مہربان ہو تو وہ یہ کریگا کہ سب کے سامنے تو اس سے طلب کرے گا تاکہ قاعدہ میں گڑبڑ نہ پڑے اور لوگ اس شخص کو مستثنےٰ نہ سمجھ جاوین مگر الگ بلا کر چپکے سے اسکو روپیہ دیدیگا کہ دیکھو ہم جانتے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے لہذا تم اپنی طرف سے یہ روپیہ پیش کر دینا تو فرماتے ہیں کہ یا الہٰی اسیطرح ہم ضعیف اور کمزور ہیں ہم میں تعمیل احکام کی قدرت نہیں ہے لہذا جب آپ نے حکم فرمایا ہے جو کہ تالاً تقاضا ہوتا ہے تو اسکے لئے ہمارے اندر قوت بھی پیدا فرمایئے تاکہ اوسکی تعمیل آسانی سے کرسکیں آپکی بڑی قدرت ہے آپ سب کچھ کر سکتے ہیں آگے حق تعالےٰ کی قدرت کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

۹۲

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر زہرہ کے دارد کہ آید در نظر

یعنی بے آپ (کی مدد) کے شام و سحر میں قافیہ اور نظم کی کیا مجال ہے کہ وہ وقوع میں آسکے مطلب یہ کہ ہم جو کچھ نظم و قوافی کو جمع کرتے ہیں یہ سب آپکی دین ہے ورنہ بے آپکی قدرت اور بے آپکی دین کے کب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ اسلئے کہ۔

نظم و تجنیس و قوافی ای علیم بندۂ امر تو اند از ترس و بیم

یعنی نظم اور تجنیس اور قوافی لے علیم سب آپکے حکم کے بندہ ہیں ترس و بیم کی وجہ سے مطلب یہ جسطرح کہ کوئی کسیکا بندہ ترس و بیم کی وجہ سے ہوتا ہے اسیطرح یہ قوافی وغیرہ سب آپکے حکم کے تابع ہیں لہذا جب آپ کا حکم ہوتا ہے یہ قلب پر وارد ہو جاتے ہیں ورنہ نہیں آتے لہذا معلوم ہوا کہ جسقدر افعال اور احوال ہیں سب آپکے قبضۂ قدرت میں ہیں کہ بے آپکے کچھ نہ ہی نہیں سکتا آگے قدرت علی الاقوال کو بیان فرماتے ہیں کہ

(باقی آئندہ)

وان لعينك عليك حقاً
وان لزوجك عليك حقاً الخ
متفق عليه كذا في المشكوٰة

قول الشارح من الاسراف الخ
في الترغيب والترهيب
عن انس بن مالك رض
قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم
من الاسراف ان
تاكل كل ما اشتهيت
رواه ابن ماجه۔
وابن ابي الدنيا
في كتاب الجوع
والبيهقي وقد صحح
الحاكم اسناده لمتن
غير هذا وحسنه غيره

قوله گفت زاں فصلے حذیفہ باحسن
لما رمن صرح بسماع
الحسن عن حذيفة
غير ما في شرح
الاحياء للزبيدي

اور تمہاری آنکھ کا بھی تمپر حق ہے۔ اور
تمہاری بی بی کا بھی تمپر حق ہے۔ روایت
کیا اسکو بخاری نے اسی طرح پر مشکوٰۃ میں

صاحب کلید کا قول۔ من الاسراف الخ
ترغیب وترہیب میں حضرت انس بن
مالک رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی منجملہ
اسراف کے ہے کہ جس چیز کو جی چاہے اسکو
کھا لو روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور
ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع میں۔ اور
بیہقی نے اور حاکم نے اس سند کی تصحیح
کی ایک دوسرے متن کے لیے اور اوروں نے
اسکی تحسین کی

ف کیونکہ اس کا التزام بعض اوقات موقوف
ہوگا ایسے اہتمام پر جسمیں حدود کی بھی رعایت
نہ رہے گی اور یہی اسراف ہے

مصرعہ گفت زاں فصلے حذیفہ باحسن۔
میری نظر سے نہیں گذرا کہ کسی نے حضرت
حذیفہ سے حضرت حسن کے سماع کی تصریح کی ہو
بجز اس کے جو زبیدی کے شرح احیاء میں
مسلسلات حافظ ابی مسعود بن سلیمان بن

5

عن المسلسلات الحافظ
ابی مسعود سلیمان
بن ابراهیم بن محمد بن
ابراهیم بن محمد بن
سلیمان الاصبهانی التی
خرجها باسم نظام الملک
قال وهی عندی ما لفظه
سالت ابا الوفاء مهدی
بن احمد بن محمد بن طراز الواعظ
عن الاخلاص وساق السند
الی قول الحسن البصری سالت حذیفة
هی ای الاخلاص الخ وفی اخره تفسیر
الاخلاص عن الله تعالی قال هو
سر من سری استودعته قلب من
احببته من عبادی اه قلت
والکلام فی الروایة عن الخط
معروف ولکنه لا یضر فی امثال المواعظ والرقائق

قول الشارح
حدیث الخ
قوله
حذیفة

ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان
اصبہانی سے (جسکی انہوں نے نظام الملک کے
نام پر تخریج کی ہے) منقول ہے زبیدی
نے کہا ہے کہ وہ مسلسلات میرے پاس ہیں اور
اسمیں وہ عبارت ہے کہ میں نے ابوالوفاء مہدی
بن احمد بن محمد طراز واعظ سے اخلاص کے
متعلق سوال کیا اور حسن بصری کے اس قول تک
سند بیان کی کہ میں نے حضرت حذیفہ سے
سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے الخ اور اس کے
آخر میں اخلاص کی تفسیر اللہ تعالیٰ سے یہ مذکور
ہے کہ وہ میرے اسرار میں سے ایک سر ہے
جسکو اس شخص کے قلب میں ودیعت کرتا
ہوں جسکو اپنے بندوں میں سے دوست
رکھتا ہوں اھ میں کہتا ہوں کہ لکھے ہوئے
صحیفہ سے روایت کرنے کے باب میں کلام
معروف ہے لیکن مواعظ اور رقاق کے امثال
میں وہ مضر نہیں۔

صاحب کلید کا قول۔ حذیفۃ: حذیفہ
مشکوۃ میں حضرت حذیفہ سے روایت ہے
کہ انہوں نے فرمایا کہ اور لوگ تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کی تحقیق کیا کرتے

فی المشکوٰۃ
عن حذیفہ
قال کان الناس
یسئلون رسول اللہ
صلے اللہ
علیہ وسلم
عن الخیر وکنت سالہ
عن الشر مخافۃ ان
یدرکنی الحدیث متفق علیہ

قول الشارح

النوم اخو الموت روے
البیہقی فی شعب الایمان عن
جابر مرفوعاً النوم اخو الموت
ولا یموت اہل الجنۃ وسندہ
ضعیف کما فی الجامع الصغیر

قول الشارح الدنیا
سجن المومن عن عبد اللہ بن
عمر قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا
سجن المومن وجنۃ الکافر
رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ

اور میں اُس سے شر کی تحقیق کیا کرتا اس خوف
سے کہ مجھ پر آنہ پہونچے۔ الحدیث روایت
کیا اسکو بخاری ومسلم نے قولہ لاصلوٰۃ
ثم الا للحضور رواہ الدیلمی مرفوعاً
لاصلوٰۃ لمن لا یتخشع کما فی کنز العمال
لاصلوٰۃ تتم الا بحضور القلب دیلمی
نے مرفوعاً روایت کیا کہ اوس شخص کی نماز
(کامل) نہیں ہوتی جو خشوع نہ کرے جیسا
کنز العمال میں ہے۔ پس یہ روایت بالمعنی ہے

صاحب کلید کا قول۔ النوم اخو الموت
بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابرؓ
سے مرفوعاً روایت کیا کہ نوم نظیر ہے موت
کی اور اہل جنت کو موت نہ آوے گی
(اس سے مفہوم ہوا کہ وہ سوویں گے بھی نہیں)
اور سند اسکی ضعیف ہی جیسا کہ جامع صغیر میں ہے

صاحب کلید کا قول۔ الدنیا سجن المومن
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
دنیا مومن کا جیل خانہ ہے۔ اور کافر کی جنت ہے
روایت کیا اسکو مسلم نے اسی طرح ہے
مشکوٰۃ شریف میں۔

قول الشارح انا عند
المنکسرة فی شرح احیاء روی
ابو نعیم فی الحلیة بسنده عن
مالک بن دینار قال قال
موسی علیه السلام یا رب
این ابغیك قال
عند المنکسرة قلوبهم

قال الشارح خیارهم فی
الجاهلیة عن ابی هریرة
قال قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم الناس معادن
کمعادن الذهب والفضة
خیارهم فی الجاهلیة خیارهم
فی الاسلام اذا فقهوا
رواه مسلم کذا فی المشکوة

قول الشارح اذا سمعتم
عن ابی الدرداء قال بینما
نحن عند رسول الله صلی الله
علیه وسلم نتذاکر ما یکون اذ قال
رسول الله صلی الله علیه
وسلم اذا سمعتم بجبل

صاحب کلید کا قول انا عند المنکسرة قلوبهم
شرح احیاء میں ہے کہ ابو نعیم نے حلیہ میں
اپنی سند سے مالک بن دینار سے نقل کیا
ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا
اے رب میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں
اون لوگوں کے پاس ڈھونڈوں جن کے
دل ٹوٹے ہوئے ہیں ✣

صاحب کلید کا قول - خیارہم فی الجاہلیۃ
حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ بھی معدن
ہیں جیسے سونے اور چاندی کے معدن ہوتے
ہیں جو جاہلیت میں اچھے تھے (باعتبار
اخلاق وغیرہ کے) وہ اسلام میں بھی اچھے
ہیں جب دین کی سمجھ حاصل کرلیں روایت
کیا اسکو مسلم نے

صاحب کلید کا قول اذا سمعتم حضرت
ابو الدرداء سے روایت ہے وہ فرماتے
ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں ہونیوالی باتوں کا مذاکرہ کررہے
تھے - اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی پہاڑ کی نسبت سنو

باقی آئندہ

حاشیہ حکایت (۱۵۶) قولہ الزام ہوگیا **اقول** مولوی فضل حق صاحب کی یہ سلامت فطرت ہے کہ اس الزام کے اخفاء کی کوشش نہیں کی ورنہ آجکل تو کچھ نہ کچھ ہانکے ہی جاتے ہیں جسمیں مغلوبیتہ کا پتہ نہ لگے (**تشت**)

(۱۵۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مفتی عنایت احمد صاحب مولوی فضل حق صاحب نواب عبداللطیف خان خانپوری شیخ مہدی بخش سہارنپوری (خواجہ احمد حسن سہارنپوری کے والد) یہ سب رنگون ایک جگہ مقید تھے آخر میں سب کی رہائی کا حکم ہوگیا تھا مگر آخر کے تین حضرات رہائی کا حکم آنے تک انتقال کر چکے تھے اور مفتی عنایت احمد صاحب چھوٹ کر آتے تھے۔ مفتی صاحب نے ہندوستان آکر بیان فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب بہت نادم تھے اور روتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی مخالفت کی وہ بیشک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا مجھ پر جو یہ مصیبت پڑی ہے یہ میرے انہی اعمال کی سزا ہے میری مولوی اسمٰعیل سے دوستی تھی اور میں بھی انکے ساتھ شہید ہوتا مگر کیا کیجے بدایوں والوں نے اُبھار کر ان سے بھڑادیا۔ اور میں علم کے غرہ میں حق کو باطل کرنے پر تل گیا۔ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں اپنے خیالات باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور اگر میں رہا ہوگیا تو اپنی توبہ شائع کرونگا اھ خانصاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب سے اس واقعہ کو روایت کرنے والے مولوی سراج احمد صاحب سنبھلی ہیں میں نے مولوی سراج احمد صاحب سے اس قصہ کو سُنکر مفتی لطف اللہ صاحب علیگڈہی سے اسکی تصدیق چاہی تو انہوں نے بھی اسکی تصدیق کی اور فرمایا کہ واقعہ ٹھیک ہے مولوی سراج احمد صاحب اس قصہ میں یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ مولوی فضل حق صاحب نے اپنے بیٹے کو خط لکھا تھا جس میں اپنے خیالات سے رجوع کیا تھا اور لکھا تھا کہ تم اسکو شائع کرادینا اھ میں نے مفتی لطف اللہ صاحب سے اسکی بھی تصدیق چاہی مگر انھوں نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہیں ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۷) قولہ توبہ کرتا ہوں **اقول** یہ اعتراف کمال عظیم ہے (**تشت**)

(۱۵۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی بیان فرماتے تھے کہ ایک شہزادہ نے

مولوی اسمٰعیل صاحب کی تقویت الایمان کا رد لکھا۔ مولوی فضل حق صاحب نے دیکھکر اسکو پھینک دیا۔ اور بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری کیا حقیقت ہے کہ تم تقویت الایمان کا رد لکھو اور مولوی اسمٰعیل صاحب کا مقابلہ کرو۔ میں اونکو چھیڑکر مصیبت میں پڑ گیا تہا۔ پھر تم تو کیا چیز ہو

حاشیہ حکایت (۱۵۸) قولہ میں اونکو چھیڑکر **اقول** اپنے مقابل کے کمال کا اعتراف تھوڑی بات نہیں (**اشت**)

(۱۵۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالرشید صاحب غازیپوری رامپور میں مولوی فضل حق صاحب سے پڑہتے تھے۔ یہ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے۔ اتفاق سے انکے ایک دوست مل گئے۔ ان دوست نے ان سے کہا کہ چلو مولوی فضل حق صاحب کے یہاں چلیں تم اونکے (مولانا اسمٰعیل صاحب کے) معتقد ہو آج تمہیں تمہارے اُستاد سے ان پر تبرے سُنوائیں گے۔ اونھوں نے کہا چلو جب یہ دونوں وہاں جا کر بیٹھے تو مولوی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ حضرت یہ مجھے یہ کہکر لائے ہیں کہ مولوی صاحب سے تمہیں مولوی اسمٰعیل پر تبرے سنواؤنگا۔ مولوی فضل حق صاحب نے کہا اچھا اس غرض سے لائے ہیں اور یہ کہکر ان پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا میں اور مولوی اسمٰعیل پر تبرا کروں۔ یہ نہیں ہوسکتا جو مجھ سے ہوچکا ہے وہ بھی بہکائے سکھلائے سے ہوا تھا اور اب تو وہ بھی نہیں ہوسکتا اور یہ کہکر اونکو اپنی مجلس سے اٹھوا دیا۔ اور فرمایا کہ میرے یہاں کبھی نہ آنا۔

۱۶۲

حاشیہ حکایت (۱۵۹) قولہ اسمیں بھی مولوی صاحب کا وہی کمال ثابت ہوتا ہے جو اوپر کی حکایتوں میں ہے (**اشت**)

(۱۶۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد منیر صاحب مدرسہ دیوبند کے مہتمم تھے۔ ایک مرتبہ وہ مدرسہ کے ڈھائی سو روپیہ لیکر مدرسہ کی سالانہ کیفیت چھپوانے کے لئے دہلی آئے اتفاق سے روپیہ چوری ہوگئے۔ مولوی صاحب نے اس چوری کی کسیکو اطلاع نہیں کی اور مکان آکر اپنی کوئی زمین وغیرہ بیع کی اور ڈھائی سو روپیہ لیکر دہلی پہونچے اور کیفیت چھپوا کر لے آئے۔ کچھ دنوں کے بعد اسکی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی۔ اونھوں نے مولانا گنگوہی کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب

امین تھے اور روپیہ بلا تعدی کے ضائع ہوا ہے اس لئے ان پر ضمان نہیں۔ اہل مدرسہ نے مولوی محمد منیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے اور مولانا کا فتوی دکھلا دیا مولوی صاحب نے فتوی دیکھ کر فرمایا کہ کیا میاں رشید احمد نے فقہ میرے ہی لئے پڑھی تھی اور کیا یہ مسائل میرے ہی لئے ہیں۔ ذرا اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھکر تو دیکھیں اگر انکو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لے لیتے جاؤ لیجاؤ اس فتوے کو۔ میں ہرگز روپیہ نہ لونگا۔

حاشیہ حکایت (۱۶۰) قولہ کیا یہ مسائل میرے ہی لئے الخ **اقول** کیا انتہا ہے تقوے کا (**شت**)

(۱۶۱) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ جو شخص ہم کو محتاج سمجھکر دیتا ہے اسکا ہدیہ تو لینے کو جی نہیں چاہتا اور جو اس غرض سے دیتا ہے کہ ہمارے (یعنی دینے والے کے) گھر میں برکت ہو اور ہمارے لے لینے کو ہمارا احسان سمجھے اوسکا ہدیہ لے لینے کو جی چاہتا ہے۔ اگرچہ وہ چار ہی پیسے ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۶۱) قولہ جو شخص ہم کو محتاج الخ **اقول** وجہ اس تفصیل کی یہ ہے کہ محتاج سمجھکر دینا عادۃً ذلیل سمجھکر دینا ہوتا ہے اور یہ آداب ہدیہ کے خلاف ہے کہ مہدی الیہ کو ذلیل سمجھا جاوے (**شت**)

(۱۶۲) خانصاحب نے فرمایا کہ جب منشی ممتاز علی صاحب کا مطبع میرٹھ میں تھا اوس زمانہ میں انکے مطبع میں مولانا نانوتوی بھی ملازم تھے۔ اور ایک حافظ جی بھی نوکر تھے۔ یہ حافظ جی بالکل آزاد تھے۔ رندانہ وضع تھی چوڑی دار پاجامہ پہنتے تھے ڈاڑھی چڑھاتے تھے نماز کبھی نہ پڑھتے تھے۔ مگر مولانا نانوتوی سے اور ان سے نہایت گہری دوستی تھی وہ مولانا کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے اور مولانا ونکو نہلاتے اور کمر ملتے تھے مولانا ونکے کنگھا کرتے تھے وہ مولانا کے کنگھا کرتے تھے اگر کبھی مٹھائی وغیرہ مولانا کے پاس آتی تو ان کا حصہ ضرور رکھتے تھے غرض بہت گہرے تعلقات تھے مولانا کے مقدس دوست مولانا کی ایک آزاد شخص کے ساتھ اس قسم کی دوستی سے ناخوش تھے مگر وہ اسکی

۱۶۳

کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کا دن تھا حسب معمول مولانا نے حافظ جی کو نہلایا
اور حافظ جی نے مولانا کو جب نہا چکے تو مولانا نے فرمایا کہ حافظ جی مجھہ میں اور تم میں
دوستی ہے اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تمہارا رنگ اور ہو اور میرا رنگ اور۔ اس لئے میں بھی
تمہاری ہی وضع اختیار کرتا ہوں۔ تم اپنے کپڑے لاؤ مین بھی وہ ہی کپڑے پہنوں گا اور
میری یہ ڈاڑہی موجود ہے تم اسکو بھی چڑہا دو۔ اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ نہ کپڑے
اتاروں گا نہ ڈاڑہی۔ وہ یہ سنکر آنکہون میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے
آپ مجھے اپنے کپڑے دیجئے۔ میں آپ کے کپڑے پہنون گا اور یہ ڈاڑہی موجود ہے
اسکو آپ اتار دیجے مولانا نے ان کو اپنے کپڑے پہنائے اور ڈاڑہی اتار دی اور وہ
اس روز سے پکے نمازی اور نیک وضع بن گئے۔

حاشیہ حکایت (۱۶۲) قولہ میں بھی تمہاری وضع الخ **اقول** مولانا کو
یقین تھا کہ اس فرمانے سے ان پر یہی اثر ہوگا جو کہ ہوا اسلئے اس فرمانے پر اعتراض نہیں
ہو سکتا یہ اصلاح کے طریقے ہیں جنکو حکماء الٰہی سمجھتے ہیں جیسے حدیث میں ہے کہ ایک بی بی
کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایکبار نوحہ کرنے کی اجازت ہونے کا یہ اثر ہوا کہ
اوس نے فوراً توبہ کر لی (**ش**)

(۱۶۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی کا قاعدہ تھا کہ سفر میں ہدیہ نہ لیتے تھے
ایکمرتبہ ایک شخص نے تنہائی میں کہا کہ میں کچھہ عرض کرنا چاہتا ہون مولانا سمجھہ گئے کہ کچھہ دینا
چاہتا ہے آپنے فرمایا کہ ایک عرض میری ہی پہلے اوسے سُن لیجئے۔ میرا معمول ہی کہ میں سفر میں
نہیں لیا کرتا۔ اور مصلحت یہ ہی کہ کبھی آدمی کے پاس ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔ سفر میں اپنے
دوستوں سے ضرور ملاقات ہوتی ہے۔ اب کسی نے پہلے سفر مین کچھہ دیا تھا لہذا اس
سفر میں اسکے ہاتھ میں کچھہ نہیں ہے تو یا تو وہ ملنے سے کترائے گا یا اگر ملیگا تو
جھینپ اور شرمندگی کے ساتھہ ملے گا۔

حاشیہ حکایت (۱۶۳) قولہ مصلحت یہ ہی الخ **اقول** کسی مصلحت سے ہدیہ نہ لینا
مخالف سنت کے نہیں جیسے کم فہم سمجھتے ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سے عذر ہیں جنکو صاحب معاملہ سمجھہ سکتا ہی
البتہ یہ شرط ہے کہ وہ عذر احکام شریعت و طریقت کے خلاف نہ ہو (**ش**)

رات بھر چلتے اور دن بھر پوشیدہ رہتے تھے۔ آخر قبا میں ایسی حالت میں تشریف لائے کہ پائے مبارک سوجے اور ورم کئے ہوئے اور تلوؤں میں آبلے پڑے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو بلا بھیجا لیکن یہ معلوم ہونے پر کہ آپ تکلیف کی وجہ سے پیروں سے نہیں چل سکتے خود ہی وہاں تشریف لے آئے اور اپنے چچازاد بھائی کی یہ حالت دیکھکر آنکھوں میں آنسو بھر لائے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سینۂ مبارک سے لگا لیا اور اس تکلیف کا خیال کر کے رونے لگے جو ان کو پیادہ پائی اور راہ نوردی میں اُٹھانی پڑی۔ اسکے بعد آپ نے اپنے دہن مبارک کا لعاب آبلوں پر لگا دیا جس سے ان کو اُسیوقت شفا ہو گئی۔

تمام مورخین اور ارباب سیر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقام میں صرف چار دن قیام فرمایا[۵۳] اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ نے قبا میں گیارہ روز قیام فرمایا لیکن صحیح بخاری میں چوّدہ دن ہے یہاں آپ کا پہلا کام ایک مسجد کی بنیاد رکھنا تھا کلثوم کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھلائی جاتی تھیں یہیں آپ نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد رکھی مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ آپ خود بھی کام کرتے تھے بھاری بھاری پتھروں کے اٹھاتے وقت جسم مبارک خم ہو جاتا تھا۔ عقیدت مند آتے اور عرض کرتے "ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں" آپ چھوڑ دیجئے۔ ہم اٹھائیں گے۔ آپ انکی اس درخواست کو قبول فرما لیتے۔ لیکن پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اُٹھا لیتے۔ عبداللہ بن رواحۃ شاعر تھے وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے اور جسطرح مزدور کام کرتے وقت تھکن دور کرنے کی وجہ سے گاتے جاتے ہیں وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

اَفْلَحَ مَنْ یُّعَالِجُ الْمَسَاجِدَا	+	وہ شخص کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے
وَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَائِمًا وَّ قَاعِدًا	+	اور اُٹھتے بیٹھتے قرآن شریف پڑھتا ہے
وَلَا یَبِیْتُ اللَّیْلَ عَنْہُ رَاقِدًا	+	اور رات کو بیدار رہتا ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔

---

۵۳ قیام قبا کے متعلق اور بھی مختلف اقوال ہیں تین دن اور چار یا پانچ دن اور بعض روایات میں بائیس دن مذکور ہیں۔ سیرت مغلطائی۔ صفحہ ۳۳ ۱۲ منہ

یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی ہے اور یہی وہ مسجد ہے جسکی شان میں حق تعالےٰ شانہ نے قرآن مجید میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ (توبہ)

وہ مسجد جسکی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو، اسمیں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت محبوب ہے اور خدا صاف رہنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔

قبا میں آپ کی تشریف آوری بارہ[۱۲] ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوی بروز دوشنبہ قریب دوپہر کے ہوئی لیکن اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ آٹھ ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوی (مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء) تھی، موسیٰ خوارزمی نے لکھا ہے کہ جمعرات کا دن تھا۔

چودہ[۱۴] دن کے بعد جمعہ کو آپ مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ راہ میں قبیلہ بنی سالم بن عوف کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی۔ تو ہر طرف سے لوگ جوش محبت سے استقبال کے لئے دوڑے آپ کے ننہالی رشتہ دار بنو نجار ہتھیار سے سج کر آئے۔ قبا سے مدینہ تک دورویہ جان نثاروں کی صفیں تھیں جب آپ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو جوش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خاتونیں چھتوں پر نکل آئیں اور فرط شوق میں یہ نظم پڑھتی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

ہم پر چاند نکل آیا!
کوہ وداع کی گھاٹیوں سے!

[۱] ثنیات الوداع کے معنی ہیں رخصت کی گھاٹیاں۔ اہل مدینہ مسافر کو رخصت کرنے کے لئے (جو بجانب مکہ جاتا تھا) ان گھاٹیوں تک جایا کرتے تھے اس وجہ سے وہ ثنیات الوداع کہلائیں قاموس میں اسیطرح مذکور ہے لیکن بعض اہل لغت اور محدثین نے لکھا ہے کہ ثنیات الوداع مدینہ سے شام کی جانب واقع ہے نہ مکہ کی جانب اور شعر مذکور آپ کے غزوہ تبوک سے واپس ہونے کے وقت پڑھا گیا تھا۔ اور صحیح بخاری سے بھی ثنیات الوداع بجانب شام ہونا ثابت ہوتا ہے، حضرت اقدس مرشدی و مولائی حضرت حکیم الامۃ مولانا الحاج الحافظ مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی نے نشر الطیب میں تحریر فرمایا ہے "میں کہتا ہوں کہ اگر دونوں جانب ایسا موقع ہو اور یہی نام ہو اور دونوں وقت یہ اشعار پڑھے گئے ہوں تو کیا استبعاد ہے" ۱۲ منہ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا	ہم پر (خدا کا) شکر کرنا واجب ہے،
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ	جب تک (اللہ تعالےٰ) کو کوئی دعا کرنے والا رہے،
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا	اے نبی! جو ہم میں مبعوث ہوتے ہیں،
جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ	آپ ایسا حکم لیکر آئے ہیں کہ اسکی اطاعت ضروری ہے،

معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ	ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں،
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ	محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا اچھے ہمسایہ ہیں۔

آپ نے ان لڑکیوں کی طرف خطاب کرکے فرمایا کیا تم مجھ کو چاہتی ہو؟ بولیں "ہاں" آپ نے فرمایا کہ میں بھی تم کو چاہتا ہون۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اسوقت میری عمر آٹھ نو برس کی تھی مجھے خوب یاد ہے کہ اس روز مدینہ کا ہر گھر نور و برکت سے معمور اور خوشی اور روشنی سے منور تھا۔ اور وفات شریف کا دن بھی یاد ہے کہ اس روز مدینہ کے ہر گھر میں رنج و غم، ظلمت و تاریکی تھی۔

۵۵

جس وقت سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو ناواقف لوگ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی سمجھکر سلام کرکے مصافحہ کرتے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کا یہ خیال رفع کرنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر چادر تان کر کھڑے ہوگئے تاکہ شبہ رفع ہوجائے۔ شیعہ مورخوں نے بھی اس واقعہ ہجرت کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے صاحب حملہ حیدری[۵۵] شیعی لکھتا ہے۔

---

[۵۵] حملہ حیدری شیعوں کی معتبر کتاب ہے۔ سلطانی مطبع میں داروغہ مدد علی صاحب کے اہتمام سے طبع ہوئی ہے اور اسکو شیعون کے قبلہ و کعبہ نے صحیح کیا ہے اور مولوی سید محمد صاحب نے اسپر حاشیہ وغیرہ لکھا ہی اس کتاب کی مختصر تعریف کتاب کے عنوان پر ان الفاظ میں لکھی ہے۔

عجائب کتابیے پُر از نور ہست نور سے بھری ہوئی ایک عجیب کتاب ہی	کہ ہر بیت آن بیت معمور ہست کہ اس کا ہر بیت، بیت معمور ہے
بوفق روایت قدم می زند روایت کے موافق قدم رکھتی ہے	براہ دیانت قدم می زند دیانت کی راہ چلتی ہے
دل سنیان داغدار است ازو سنیون کا دل اس سے داغدار ہے	کہ ہندوستان سبزہ وار است ازو ہندوستان اس سے سبزہ وار ہے

چنین گفت راوی کہ سالار دین — چو سالم بحفظ جہان آفرین

راوی نے بیان کیا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) — جب اللہ تعالےٰ کی حفاظت سے

ز نزدیک آن قوم پُر مکر رفت — بسوئے سرائے ابوبکر رفت

اس قوم پُرمکر کے پاس سے چلے — ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مکان کی طرف گئے

پئے ہجرت او نیز آمادہ بود — کہ سابق رسولش خبر دادہ بود

ہجرت کے لئے وہ (ابوبکرؓ) بھی آمادہ تھے — اسلئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انکو پہلے ہی سے خبر

نبی بر در خانہ اش چون رسید — بگوشش صدائے سفر در کشید

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب انکے گھر کے دروازہ پر پہونچے — تو ان کو اطلاع سفر (ہجرت) کی دی

چون بوبکر زان حال آگاہ شد — ز خانہ برون رفت و ہمراہ شد

جب ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اس حال سے آگاہ ہوئے — گھر سے باہر تشریف لائے اور (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کے

گرفتند پس راہ یثرب بہ پیش — نبی کند نعلین از پائے خویش

پس مدینہ منورہ کا راستہ لیا — نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پاؤن سے نعلین مبارک اتارین

۵۶

بسر پنجہ آن راہ رفتن گرفت — پئے خود ز دشمن نہفتن گرفت

اونھون نے اپنے پیرون کو دشمن سے پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے پنجہ کے بل راستہ طے کیا

چو رفتند چندے بہ دامان دشت — قدوم فلک سائے مجروح گشت

جب میدان میں کچھ دور چلے — فلک کی مانند قدم مبارک زخمی ہوگئے

ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت — ولی زین حدیث ست جائے شگفت

اسوقت ابوبکر (رضی اللہ عنہ نے) آپکو کندھے پر اُٹھا لیا — لیکن اس بات سے جائے تعجب ہے

کہ در کس چنان قوت آید پدید — کہ بار نبوت تواند کشید

اسلئے کہ کس شخص میں ایسی قوت ظاہر ہووے — کہ بار نبوت کو اٹھا سکے

برفتند القصہ چندی دگر — چو گردید پیدا نشان سحر

القصہ کچھ دور چلے — ناگاہ آثار صبح کے نمودار ہوگئے

بجستند جائیکہ باشد پناہ — ز چشم کسان دور یکسو ز راہ

پناہ کے لئے ایسی جگہ تلاش کی — جو لوگوں کی آنکھوں سے دور اور راستہ سے یکسو ہو

بدیدند غارے وران تیرہ شب — کہ خواندے عرب غار ثورش لقب

اس میں تاریک رات کی مانند ایک غار دیکھا — کہ اہل عرب اسکو غار ثور کے لقب سے یاد کرتے تھے

گرفتند در جوف آن غار جائے
اس غار کے اندر جائے (پناہ) لی

ولے پیش بنہاد بوبکر پائے
لیکن پہلے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے (اسمیں) قدم رکھا

بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید
جس جگہ (اس غار میں) سوراخ یا روزن دیکھا

قبا را بدرید و آن رخنہ چید
قبا کو پھاڑا اور اس سوراخ کو بند کیا

بدینگونہ تا شد تمام آن قبا
اس طریقہ سے وہ قبا ختم ہوگئی

یکے رخنہ نگرفتہ ماند از قضا
قضا کار ایک سوراخ بند ہونے سے رہ گیا

بران رخنہ گویند آن یار غار
نقل کرتے ہیں کہ اس سوراخ پر اس یار غار (یعنی ابوبکر)

کف پائے خود راننود استوار
اپنا کف پا مضبوطی سے رکھا

نیامد جز او این شگرف از کسے
آپکے سوا کسی شخص سے ایسا تعجب خیز کام نہ ظاہر ہوا

کہ دور از خرد مینماید بسے
بلکہ (یہ کام ایسا ہے) بہت دور از عقل معلوم ہوتا ہے

بغار اندرون در شب تیرہ فام
تاریک رات میں غار کے اندر

چسان دید سوراخہا را تمام
رو(شنی) کی کوشش دیکھا تمام سوراخوں کو

دران تیرہ شب یک بیک چون شمرد
(انکو) اس تاریک رات میں جب ایک ایک کرکے گن لیا

یکے کامد افزون برو پا فشرد
ایک زائد آیا اسپر پیر رکھا

نیامد چنین کارے از غیر او
آپکے علاوہ کسی دوسرے سے ایسا کام نہ ظاہر ہوا

بد نیسان چو پرداخت از رفت و رو
جیسے ہی (ابوبکرؓ غار کے) جھاڑنے وصاف کرنیسے فارغ

در آمد رسول خدا ہم بہ غار
رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) غار میں آئے

نشستند یکجا بہم ہر دو یار
دونوں دوست ایک جگہ ملکر بیٹھے

چو شد کار پرداختہ آن چنان
جب وہ ایسے کار پرداختہ ہوئے

رسیدند کفار پیاپے بر آن
تو ان پر لگاتار کافر آپہنچے

در آن دم کف پائے آن یار غار
اس وقت میں اس یار غار کا کف پا

کہ بر روئے سوراخ بود استوار
کہ سوراخ کے منہ پر استوار تھا

رسیدش ز دندان مارے گزند
ایک سانپ کے دانت سے اسکو صدمہ پہونچا

در آن درد افغان او شد بلند
اس تکلیف میں آپ کی فغاں بلند ہوئی

پیمبر باو گفت آہستہ باش
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپسے کہا چپ رہیے

رسیدند اعدا مکن راز فاش
دشمن آپہنچے راز کو ظاہر نہ کیجئے

بخور غم مگردان صدر را بلند ۔۔۔ کہ از زخم افعی نیابی گزند

غم کھائیے شور نہ کیجئے ۔۔۔ کہ آپ سانپ کے زخم سے تکلیف نہ پائینگے

بغار اندرون تا سہ روز و سہ شب ۔۔۔ بسر برد آن شہ بہ فرمان رب

تین دن تین رات غار کے اندر ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس شاہ (یعنی رسولخدا) نے بسر کی

شدے پور بوبکر ہنگام شام ۔۔۔ بہ بردے در آن غار آب و طعام

شام کے وقت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا لڑکا جاکر آپکے لئے ۔۔۔ اس غار میں کھانا پانی لیجاتا تھا

نمودے ہم از حال اصحاب شر ۔۔۔ حبیب خدائے جہان را خبر

شریر لوگوں کے حال سے بھی ۔۔۔ حبیب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آگاہ کرتا

نبی گفت پس پور بوبکر را ۔۔۔ کہ اے چون پدر اہل صدق و صفا

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے بیٹے ۔۔۔ کہ اے باپ کی مانند اہل صدق و صفا

دو جمازہ باید کنون راہوار ۔۔۔ کہ ما را رساند بہ یثرب دیار

اب دو تیز رفتار اونٹ ہونے چاہئیں ۔۔۔ کہ ہم کو دیار یثرب میں پہونچادیں

برفت از برش پور بوبکر زود ۔۔۔ بدنبال کاریکہ فرمودہ بود

۵۸

آپ کے پاس سے (اٹھکر) ابوبکر کا لڑکا ۔۔۔ جس کام کے واسطے آپنے فرمایا تھا جلدی گیا

ہم از اہل دین بود یکے جملہ وار ۔۔۔ برو کرد راز نبی آشکار

ایک اونٹوں والا اہل دین سے تھا ۔۔۔ اس پر نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کا راز ظاہر کیا

از و جملہ وار این سخن چون شنود ۔۔۔ دو جمازہ در دم مہیا نمود

اونٹوں والے نے جب اس سے یہ بات سُنی ۔۔۔ تو دو اونٹ تیز رفتار اسی دم مہیا کئے

تہی شد از آن قوم آن کوہ و دشت ۔۔۔ رسول خدا عازم راہ گشت

اس قوم سے وہ دشت و کوہ خالی ہوئے ۔۔۔ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) عازم راہ ہوئے

بصبح چہارم بر آمد ز غار ۔۔۔ دو جمازہ آورد بد جملہ وار

چوتھے دن صبح کو غار سے باہر نکلے ۔۔۔ دو اونٹ تیز رفتار لایا تھا اونٹوں والا

نشست از بر یک شتر شاہ دین ۔۔۔ ابوبکر را کرد با خود قرین

ایک اونٹ پر شاہ دین (یعنی رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم) سوار ۔۔۔ آپ نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ کو) اپنا ہم نشین کیا

بر آمد بر آن دیگرے جملہ وار ۔۔۔ بہمراہ او گشت عامر سوار

اس دوسرے (اونٹ) پر اونٹوں والا چڑھا ۔۔۔ اس کے ہمراہ عامر سوار ہوا

(باقی آیندہ)

روح چہارم اللہ تعالےٰ سے محبت رکھنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا

نمبرا حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہونگی اسکو انکی وجہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی ایک وہ شخص جسکے نزدیک اللہ اور اسکا رسولؐ سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (یعنی جتنی محبت اسکو اللہ اور رسولؐ سے ہو اتنی کسی سے نہ ہو) اور ایک وہ شخص جسکو کسی بندہ سے محبت ہو اور محض اللہ ہی کے لئے محبت ہو یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو محض اسوجہ سے محبت ہو کہ وہ شخص اللہ والا ہے) اور ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچا لیا ہو (خواہ پہلے ہی سے بچائے رکھا ہو خواہ کفر سے توبہ کرلی اور بچ گیا) اور اس (بچا لینے) کے بعد وہ کفر کیطرف آنیکو اسقدر ناپسند کرتا ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ **نمبر۲** نیز حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں کوئی شخص (پورا) ایماندار نہیں ہو سکتا جبتک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ اپنے والد سے بھی زیادہ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اور سب آدمیوں سے بھی زیادہ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے (یہ حدیثیں مشکوۃ میں ہیں)

نمبر۳ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ ایماندار نہیں ہوتا جبتک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ تمام اہل و عیال سے زیادہ اور تمام آدمیوں سے بھی زیادہ۔ روایت کیا اسکو مسلم نے اور بخاری میں عبد اللہ ابن ہشام کی روایت سے یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ بیشک مجھکو آپکے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے بجز اپنی جان کے (یعنی اپنی جان کی برابر آپکی محبت معلوم نہیں ہوتی) آپنے فرمایا قسم اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے ایماندار نہ ہوگے جبتک میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھوگے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اب تو آپکے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے آپنے فرمایا اب پورے ایماندار ہوئے عمرؓ۔

ف اس بات کو آسانی کے ساتھ یوں سمجھو کہ حضرت عمرؓ نے اول غور نہیں کیا تھا۔ یہ خیال کیا کہ اپنی تکلیف سے جتنا اثر ہوتا ہے۔ دوسرے کی تکلیف سے اتنا اثر نہیں ہوتا اسلئے اپنی جان زیادہ پیاری معلوم ہوئی پھر سوچنے سے معلوم ہوا کہ اگر جان دینے کا موقع آجائے تو یقینی بات ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جان بچا لینے کے لئے ہر مسلمان

۱۷

اپنی جان دینے کو تیار ہو جائے اسیطرح آپ کے دین پر بھی جان دینے سے کبھی منہ نہ موڑے تو اسطرح سے آپ جان سے بھی زیادہ پیارے ہوئے۔

نمبر ۴ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے سے محبت رکھو اس وجہ سے کہ وہ تم کو غذا میں اپنی نعمتیں دیتا ہے اور مجھ سے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) محبت رکھو اس وجہ سے کہ اللہ تعالے کو مجھ سے محبت ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے۔

ف اسکا یہ مطلب نہیں کہ صرف غذا دینے ہی سے اللہ تعالی کے ساتھ محبت رکھو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے کے کمالات و احسانات جو بیشمار ہیں اگر کسیکی سمجھہ میں نہ آویں تو یہ احسان تو بہت ظاہر ہے جس سے کسیکو انکار نہیں ہو سکتا۔ یہی سمجھکر اس سے محبت کرو۔

نمبر ۵ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی۔ آپ نے فرمایا تو تے اسکے لئے کیا سامان کر رکھا ہے (جو اسکے آنے کا شوق ہے) اوسنے عرض کیا کہ میں نے اوسکے لئے کچھہ بہت نماز روزہ کا سامان تو کیا نہیں مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ ورسول سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا کہ (قیامت میں) ہر شخص اوسیکے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہوگا (سو تجھکو میرا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہوگا اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا تو اللہ تعالے کے ساتھ بھی ہوگا) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے (کی خوشی) کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتا نہیں دیکھا جتنا اسپر خوش ہوئے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔

ف اس حدیث میں کتنی بڑی بشارت ہے کہ اگر زیادہ عبادت کا بھی ذخیرہ نہ ہو تو اللہ و رسول کی محبت سے اتنی بڑی دولت ملجاوے گی (یہ حدیثیں تخریج احادیث الاحیاء للعراقی میں ہیں)

نمبر ۶ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (نماز تہجد میں) ایک آیت میں تمام رات گزار کر صبح کر دی اور وہ آیت یہ ہے ان تعذبھم الخ۔ یعنی (اے پروردگار) اگر آپ اونکو (یعنی میری امت کو) عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں (آپ کو ان پر ہر طرح کا اختیار ہے) اور اگر آپ اونکی مغفرت فرمادیں تو (آپ کے نزدیک

کچھہ مشکل کام نہین کیونکہ) آپ زبردست ہیں (بڑے سے بڑا کام کر سکتے ہیں) اور حکمت والے ہیں (گنہگاروں کو بخشدینا بھی حکمت سے ہوگا) روایت کیا اسکو نسائی اور ابن ماجہ نے۔

ف شیخ دہلوی نے مشکوۃ کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اس آیت کا مضمون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے اپنی قوم کے معاملہ میں اور غالباً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنی امت کی حالت حضور حق میں پیش کر کے اونکے لئے مغفرت کی درخواست کی فقط شیخ نے یہ لفظ غالباً احتیاط کے لئے فرمادیا ورنہ دوسرا احتمال ہو ہی نہیں سکتا تو دیکھئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت کے ساتھ کتنی بڑی شفقت ہے کہ تمام رات کا آرام اپنی امت پر قربان کر دیا۔ اور اونکے لئے دعا مانگتے رہے اور سفارش فرماتے رہے کون ایسا بیحس ہوگا کہ اتنی بڑی شفقت سُنکر بھی عاشق نہ ہو جاویگا۔

نمبر ۷ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری (اور تمہاری) حالت اوس شخص کی سی ہے کہ جیسے کسی نے آگ روشن کی اور اُسپر پروانے گرنے لگے اور وہ انکو ہٹاتا ہے مگر وہ اوسکی نہیں مانتے اور آگ میں دہنسے جاتے ہیں اسیطرح میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹاتا ہوں (کہ دوزخ میں لیجانے والی چیزون سے روکتا ہوں) اور تم اوسمیں گھسے جاتے ہو روایت کیا اسکو بخاری نے۔ ف دیکھئے اس حدیث سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دوزخ سے اپنی امت کو بچانے کا کتنا اہتمام معلوم ہوتا ہے یہ محبت نہیں تو کیا ہے اگر ہم کو ایسی محبت والے سے محبت نہ ہو تو افسوس ہے۔

نمبر ۸ حضرت عباس بن مرداس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا فرمائی آپ کو جواب دیا گیا کہ میں نے اونکی مغفرت کر دی بجز حقوق العباد کے کہ (اوس میں) ظالم سے مظلوم کا بدلہ ضرور لونگا (اور بدون عذاب مغفرت نہ ہوگی) آپ نے عرض کیا اے پروردگار اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو (اوسکے حق کا عوض) جنت سے دیکر ظالم کی مغفرت فرما سکتے ہیں مگر اوس شام کو یہ دُعا قبول نہیں ہوئی پھر جب مزدلفہ میں آپکو صبح ہوئی آپ نے پھر وہی دعا کی اور آپکی درخواست قبول ہو گئی پس آپ ہنسے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر آپنے فرمایا جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا

قبول کرلی اور میری اُمت کی مغفرت فرمادی خاک لیکر اپنے سر پر ڈالتا تھا اور ہائے وائے کرتا تھا مجھکو اُسکا اضطراب دیکھکر ہنسی آگئی روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور اسکے قریب بیہقی نے ۔

ف اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حقوق العباد علی الاطلاق بدون سزا معاف ہوجاوینگے اور نہ یہ مطلب ہے کہ خاص حج کرنیسے بدون سزا معاف ہوجاوینگے بلکہ قبل اس دعا کے قبول ہونیکے دو احتمال تھے ایک یہ کہ حقوق العباد کی سزا میں جہنم میں ہمیشہ رہنا پڑے دوسرا یہ کہ گو جہنم میں ہمیشہ رہنا نہ ہو لیکن سزا ضرور ہو اب اس دعا کے قبول ہونیکے بعد دو وعدے ہوگئے ایک یہ کہ بعد سزا کبھی نہ کبھی ضرور نجات ہوجاوے گی دوسرا یہ کہ بعض دفعہ بدون سزا بھی اس طور پر نجات ہوجاویگی کہ مظلوم کو نعمتیں دیکر اوس سے راضی نامہ دلوادیا جاویگا۔ **ف** غور کرکے دیکھو آپکو اس قانون کی منظوری لینے میں کسقدر فکر اور تکلیف ہوئی ہے کیا اب بھی قلب میں آپکی محبت کا جوش نہیں اٹھتا **نمبر ۹** حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیتیں پڑھیں جنمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعائیں اپنی اپنی امت کیلئے مذکور ہیں (اور دعا کیلئے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ میری امت میری امت حق تعالےٰ نے فرمایا اے جبریل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور یوں تو تمہارا پروردگار جانتا ہی ہے اور اونسے پوچھو آپکے روتے کا سبب کیا ہے اونہوں نے آپسے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا انکو بتلایا حق تعالےٰ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا محمدؐ کے پاس جاؤ اور کہو ہم آپکو آپکی امت کے معاملہ میں خوش کردینگے اور رنج نہ دینگے روایت کیا اسکو مسلم نے **ف** ابن عباسؓ کا قول ہے کہ آپ تو کبھی بھی خوش نہ ہونگے اگر آپ کی امت مین سے ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (در منثور عن الخطیب) اور اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے آپکے خوش کرنیکا تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا ایک امتی بھی دوزخ میں نہ رہیگا اے مسلمانو یہ سب دولتیں اور نعمتیں جس ذات کی برکت سے نصیب ہوئیں اگر اونسے بھی محبت نہ کروگے تو کس سے کروگے **نمبر ۱۰** حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص تھا جسکا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو شراب نوشی میں سزا بھی دی تھی ایک دفعہ پھر لایا گیا اور سزا کا حکم ہوکر سزا دیگئی ایک شخص نے کہا اے اللہ اسپر لعنت کر کس کثرت سے اسکو لایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسپر لعنت نہ کرو۔ واللہ میرا علم یہ ہے کہ یہ خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے **ف** خدا اور رسول سے محبت رکھنے کی کتنی قدر فرمائی گئی کہ اتنا بڑا گناہ کرنے پر بھی اسپر لعنت کی اجازت نہیں دیگئی اے مسلمانو ایسی مفت کی دولت جسمیں محنت نہ مشقت کہاں نصیب ہوتی ہے اسکو ہاتھ سے مت دینا اپنی رگ رگ میں اللہ و رسولؐ کی محبت و عشق سما لینا اور چالیس ۳۹ حدیثیں مشکوٰۃ میں ہیں اور ایک در منثور کی ہے جسمیں اسکا نام لکھدیا ہے اشرف علی

(باقی آئندہ)

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی

حضرت والا مدظلہم کی مفید عوام و خواص افراط و تفریط سے پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری کتاب

بعد الحمد والصلوٰۃ کہ اس زمانہ پرفتن میں منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم میں ہی کسی نے تو قولی و عملی بے قیدی کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے صرف کثرت اوراد و ظائف کو تصوف کہدیا اسیطرح اسکے مسائل وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کے سمجھنے میں صدہا غلطیاں کیں۔ اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہونچا کہ اپنے عقائد خراب کئے بعضے شرک تک میں مبتلا ہوگئے اور بعض حضرات ایسے بڑہے کہ وہ تصوف کا اصل سے ہی انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی سے پیش آئے اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب و السنۃ اعتقاد کر لیا اور تصوف کو خلاف شریعت سمجھکر اسکے نام سے کوسوں بھاگنے لگے انکو یہ ضرر ہوا کہ اسکے برکات سے محروم رہے اور قلب میں قساوۃ پیدا ہوگئی اور بعض حضرات وہ ہیں جو منکر نہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں اور جس نظر سے اس علم شریعت کو دیکھنا چاہیئے اُس نظر سے نہیں دیکھتے اور اسکے مسائل کو غیر ثابت بالسنۃ جانتے ہیں نظر بر آن حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت مولانا موصوف دام ظلہم العالی نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی جس سے تصوف کی حقیقت اور اسکے مسائل کی تحقیق جسمیں لوگ غلطیاں کرتے ہیں واضح ہوگئیں جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادہر متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انکو تو خصوصًا اور عامہ مومنین کو عمومًا اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقًا سبقًا پڑہنا بہت ضروری ہے انشاء اللہ تعالے تمام اشکال حل ہونیکے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد ضروری دیکھنے میں آوینگے جو نہایت کار آمد ہیں۔ قیمت پانچ روپے۔ محصولڈاک آٹھ آنے۔

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بے مثل رہنما ہے ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کہاں ہیں شریعت کو طریقت سے جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالی ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہوجائیگا

المشتہر:۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

احادیث تصوّف کی کسوٹی

یعنی

التشرف بمعرفت احادیث التصوّف

آجکل خصوصیت سے تصوف کے بارے میں جو افراط تفریط ہو رہی ہے اسکی اصلاح میں امام العلماء رئیس الاتقیاء محی السنۃ طبیب الملۃ سراج الملۃ حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدفیوضہم نے ہمیشہ خاص توجہ مبذول رکھی ہے اصول و احکام تصوف ثابت فرماکر منکرین کو انکی تعمیل پر آمادہ کیا کم ہمتوں کیواسطے آسان طریق تجویز کرکے تسہیل فرمادی ناقصوں کو تکمیل کی طرف توجہ دلائی۔ غلو کرنے والوں کو تعدیل کا امر فرمایا۔ غرض ہر شخص پر مواعظ و مضامین ملفوظات وغیرہ ہر طریقہ کے ساتھ حجت تمام کردی جیسا کہ حضرت مولانا موصوف دام ظلہم العالی کی تصانیف سے مستفید ہونے والے حضرات پر خوب روشن ہے۔ خاصکر جن لوگوں نے التکشف اور تربیۃ السالک کلید مثنوی اور مواعظ کو دیکھا ہوگا اونکے سامنے کسی کتاب کی خوبی بیان کرنیکے لئے اس سے زیادہ ضرورت نہیں ہے کہ مولانا موصوف کی تصنیف ہونا ثابت کردیا جائے۔

اسوقت یہ ایک نئی تالیف چھپی ہے اسلئے شائقین کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے علامہ موصوف نے اس مرتبہ کتاب میں تصوف سے تعلق رکھنے والی حدیثوں کی تحقیق فرمائی ہے جس سے حدیثوں کا صحیح ہونا معلوم ہو کر منکرین تصوف کا انکار کافی ہو جاتا ہے اور جو روایت در اصل حدیث نہ تھی بلکہ کسی بزرگ کا قول تھا اور غلطی سے عوام نے اسکو حدیث مشہور کردیا ہے اسکی اصلیت ظاہر فرمانے کے ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمادیا ہے کہ بزرگوں کا یہ قول فلاں دلیل شرعی سے ثابت ہے اصل کتاب عربی میں ہے۔ دوسرے کالم میں خود حضرت مولف سلمہ ہی کا ترجمہ ہے اس صورت سے ہر طبقہ کے لئے نفع عام اور تام ہو گیا ہے۔ اس نایاب ذخیرہ کو شائقین تصوف جلد از جلد منگا کر حرز جان بنائیں اور منکرین تصوف بھی ضرور اسکو ملاحظہ کرکے اپنی علمی و عملی غلطی کو زائل کریں۔ ضخامت ۱۸۴ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ۔ محصولڈاک چار آنے۔